حقوق والدین

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں

ابو صادق عاشق علی اثری

سلسلۂ مطبوعات: ۲

نام کتاب : حقوق والدین قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں

مؤلف : ابو صادق عاشق علی اثری

طبع اول : ۱۹۹۸ء / ۱۴۱۹ھ

طبع ثانی : مارچ ۲۰۰۲ء / ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ (اضافہ اور تحقیق کے ساتھ)

تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)

صفحات : ۱۷۶

کتابت : کفیل احمد قاسمی

زیر نگرانی : نیشنل کمپیوٹر سنٹر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

یہ کتاب بعض محسنین کے خرچ سے شائع کی گئی ہے۔ جزاہ اللہ أحسن الجزاء فی الدارین وغفرلی ولہ ولوالدی ولوالدیہ.

مفت ملنے کے پتے:

۱- ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر، ۴- جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵ (ہند)

۲- صادق اختر، سی-۱۰۷، ابوالفضل انکلیو-II، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵ (ہند)

۳- مدرسہ مصباح العلوم، مقام: تلسڑی، پوسٹ: کگرہوا بازار، ضلع: سدھارتھ نگر، یوپی- ۲۷۲۲۰۶ (ہند)

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے والدین رحمہا اللہ وغفر لہما کی طرف منسوب کرتا ہوں جنکی بے انتہا شفقت ومحبت اور عمدہ تعلیم وتربیت اور مخلصانہ دعاؤں اور نیک آرزوؤں نے ناچیز کو اس خدمت کے لائق بنایا۔ اور کتاب وسنّت کا سچّا شیدائی بنا کر خدمتِ دین کا صحیح جذبہ عطا کیا۔

«رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝»

عاشق علی اثری

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۂ تشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَسْبَغَ عَلَیْنَا نِعْمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً قَدِیْماً وَّحَدِیْثاً، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَرَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ الَّذِیْنَ سَارُوْا فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِہٖ سَیْراً حَثِیْثاً. وبعد!

والد محترم جناب مولانا عاشق علی اثری حفظہ اللہ وتولاہ جنرل سکریٹری ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر، نئی دہلی اور مدرس معہد التعلیم الاسلامی، نئی دہلی کی اہم تالیف ''حقوق والدین قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں'' ۱۹۹۸ء/۱۴۱۹ھ میں شائع کرنے کا ہم شرف حاصل کر چکے ہیں۔ کتاب کی اشاعت پر بہت سے اہل علم حضرات نے ہمیں مبارکباد پیش کی اور اس کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ اور ملک کے متعدد اخبارات و جرائد اور مجلات نے اس پر تبصرے کر کے ہماری ہمت افزائی کی اور اس کو سراہتے ہوئے اس کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت پر زور دیا۔ ہم اپنے ان تمام بزرگوں اور کرم فرماؤں کی ہمت افزائی پر ان کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہان میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنی قبولیت عطا فرمائی کہ ایک ہزار نسخے صرف پانچ مہینے میں ختم ہو گئے اور اس کے بعد بھی بہت سے لوگوں کے آرڈر آئے لیکن مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے ہم دوبارہ شائع کر کے ان کے آرڈر کی تکمیل سے قاصر رہے، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ اللہ تعالیٰ کی اس بے پایاں نعمت پر ہم اس کے شکر گزار ہیں۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضٰہُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ۝ (النمل ۲۷:۱۹)

اے میرے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہیں اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

(الاحقاف ۴۶:۱۵)

اے میرے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہیں۔ اور یہ کہ ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش رہے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے والد محترم کے شاگرد رشید برادر مکرم مولانا شمیم الرحمٰن صاحب اثری، نیپالی حفظہ اللہ و بارک لہ (حال مقیم سعودی عرب) کو جنہوں نے دینی تڑپ اور نوجوانوں کی اصلاح کا جذبہ رکھنے والے ایک محسن (جَزَاهُ اللّٰهُ خَیْراً وَاَسْعَدَهٗ فِی الدَّارَیْنِ وَغَفَرَلَهٗ وَلِوَالِدَیْهِ) کے تعاون سے ایک ہزار نسخوں کی طباعت و تقسیم کا آرڈر بھیجا، جس کی تکمیل میں ہم اس عظیم الشان کتاب کا دوسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

یہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس میں آیات قرآنیہ کے ساتھ احادیث پر بھی اعراب لگادئے گئے ہیں تاکہ عوام وخواص سبھی اس سے یکساں طور پر مستفیذ ہوسکیں۔ نیز اس میں بعض ابواب کا اضافہ اور مصادر و مراجع پر نظر ثانی کرکے ضروری تصحیح بھی کردی گئی ہے۔ اس لئے اب صرف اسی ایڈیشن پر اعتماد کیا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اصلاحی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور اسے ہمارے نوجوان بھائیوں کی اصلاح کا بہترین ذریعہ بنائے۔ اور اس کے مؤلف، ناشر اور اس کی نشرو اشاعت میں حصہ لینے والے بزرگوں اور بھائیوں کو سعادت دارین سے نوازے اور ان سب کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَرَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ.

نئی دہلی — ابومحمد صادق اختر بن عاشق علی اثری

۲۰۰۲/۲/۱۷ء، ۱۴۲۲/۱۲/۴ھ — سی-۱۰۷، ابوالفضل انکلیو-۲، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

تقدیم

محترم جناب شیخ صلاح الدین مقبول احمد صاحب حفظہ اللہ وتولاہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد
وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

أما بعد!

- موضوع۔
- موضوع سے متعلق مضامین کا انتخاب۔
- مضامین کی شرح میں مصادر ومراجع کی نوعیت۔
- طرزِ تألیف۔

یہ وہ عناصر ہیں جن سے کسی بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اس پُرفتن دور میں جب کہ اجتماعی زندگی کا نظام بالکل درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے۔
حقوق والدین سے اہم کوئی موضوع نہیں۔

پھر کسی بھی موضوع کی شرح میں براہ راست کتاب اللہ اور احادیثِ صحیحہ سے
استفادہ میری نظر میں وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

قابلِ مبارکباد ہیں مولانا عاشق علی اثری صاحب (سکریٹری ابوالکلام آزاد اسلامک
اویکننگ سنٹر، نئی دہلی) جنھوں نے اپنی کتاب ("حقوق والدین قرآن مجید اور احادیثِ
صحیحہ کی روشنی میں") میں ان معیاروں کا کافی خیال رکھا ہے۔

کتاب کا مسودہ کسی وقت ہفتوں خاکسار کے پاس تقدیم وتمہید کے لیے رہا،
اس سے قبل ماہنامہ "التوعیہ" (نئی دہلی) میں اس کی مسلسل قسط وار اشاعت کے
زمانہ میں بھی اس سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے وقت کی اہم ضرورت اور مضامین کے اعتبار سے جامع ہے۔ انداز بیان آسان اور عام فہم ہے۔ براہ راست کتاب و سنّت سے استفادہ نے کتاب کی اہمیت کو دوچند اور ہر خاص و عام کے لیے یکساں مفید بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیتِ عامہ سے نوازے۔ اور مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

صلاح الدین مقبول احمد

کویت

جمعۃ المبارک : ۱۰/۵/۱۴۱۸ھ

مطابق ۱۲/۹/۱۹۹۷ء

تاثرات

محدث شہیر علامہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ[1]

صاحب التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی

خاکسار نے "حقوق والدین و اولاد" کتابچہ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا، ماشاء اللہ بہت مفید تالیف ہے۔ اور باعتبار مندرجات کے "دریا بہ حباب اندر" کا مصداق۔ اس پہلو سے کہ معاشرے میں جو کوتاہی عام طور پر نظر آرہی ہے، اس کی اصلاح کے لیے قرآن و حدیث سے مدلل ہے۔

اس رسالہ کی عام اشاعت ہونی چاہیے، بلکہ اس کو مخیر اصحاب بلاقیمت تقسیم کریں۔ جیسا کہ کسی زمانے میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے مجدد العلوم حضرت نواب سید محمد صدیق حسن قنوجی (والی بھوپال) رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "حقوق الوالدین والاولاد" بلاقیمت شائع کی تھی۔

مولانا عاشق الٰہی عرف مولانا عاشق علی اثری صاحب دام مجدہ کا یہ کتابچہ موجودہ دور کے تقاضوں کے لحاظ سے حضرت نواب صاحب موصوف سے بہت بہتر ہے۔

---

[1] ۔ ۲ر اکتوبر ۱۹۸۷ء ۱۲ بجے شب کو اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وأکرم نزلہ۔

لہذا ضرورت ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ حلقوں تک پہنچایا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف وناشر کی یہ اصلاحی کوشش قبول فرمائے اور مؤلف کو تبلیغ واصلاح میں مزید تالیفات کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

راقم: خاکسار محمد [illegible]

[illegible]

۹ ر جمادی الاخری [illegible]

تقریظی کلمات

مناظرِ اسلام استاذنا العلامہ عبدالمبین منظر رحمہ اللہ[1]
مؤلفِ پیغمبرِ عالم

عزیزگرامی مولانا عاشق علی اثری کی کتاب "حقوق والدین واولاد" کو سرسری نظر سے دیکھا —— اس تاریک ترین اور پُرفتن دور میں جب کہ اولاد اپنے والدین اور والدین اپنی اولاد کے حقوق کی نگہداشت سے غافل ہوکر اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں اور طرح طرح کے مصائب وآلام کا شکار ہوکر ایک دوسرے کی شکایتیں کرتے ہیں ایسی تصنیف کی سخت ضرورت تھی جو دونوں فریق کے لیے مشعل راہ ہو۔

اس کتاب میں زیادہ تر آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ کی روشنی میں ساری باتیں لکھی گئی ہیں لطیفے اور قصّے کہانیوں کی چاشنی اس میں بالکل نہیں پائی جاتی اس لیے اس سے وہی حضرات فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کے دل میں کلام اللہ واحادیثِ رسول اللہ کی عظمت ہے یا اپنی اصلاح کرکے دارین کی عزت اور بھلائی کے خواہشمند ہیں۔

کتاب ہذا کے مؤلف بحمداللہ خود حسنِ سیرت اور نیک کردار کے حامل ہیں لہذا

---

[1] ۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۹ء بروز جمعہ اپنے گردے کے آپریشن کے دوران وفات پا گئے۔
رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وتغمدہ بغفرانہ وأدخلہ فی فردوس جنانہ۔

ان کے کلام کا اثر انداز ہونا ایک فطری امر ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے لکھا ہے ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

امید ہے کہ اہلِ دل اسے ہاتھوں ہاتھ لے کر مصنف کی ہمت افزائی فرمائیں گے نیز اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح کے ساتھ دولت دارین سے مالامال ہوں گے۔

والسلام

ڈاکٹر عبدالمبین منتظر ناظم ریاستی جمعیۃ اہلحدیث مشرقی یوپی

۹؍اپریل ۱۹۸۰ء

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ وَبَعْدُ!

نوجوانوں کی بے راہ روی، بدعملی، اسلامی شعائر واحکام سے بیزاری اور والدین کے حکم سے سرتابی کی شکایت عام طور سے پائی جاتی ہے. کون شریف انسان ہے جس کے دل میں اس کا احساس اور درد نہیں — مجھے بھی یہی خیال بارہا ستاتا رہا اور اکثر مواقع پر تقریروں کے ذریعہ نوجوانوں کی اصلاح کی کوشش کرتا اور حقوق والدین کی اہمیت بیان کرتا رہا۔

پھر خیال پیدا ہوا کہ حقوق والدین پر ایک مفید اور جامع کتاب لکھوں. جس کا سرچشمہ صرف قرآن مجید اور احادیث رسول ہوں۔ اور جس میں صرف ایک ہی پہلو نہیں بلکہ مسئلہ کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے یعنی ماں باپ کے حقوق نمایاں کرنے کے ساتھ ان کے فرائض اور اولاد کے حقوق بھی اجاگر کیے جائیں. تاکہ اولاد اور والدین دونوں کے لیے یکساں مفید ہو۔ اور دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اصلاح پذیر ہوں اور اس کے نتیجہ میں ایک صالح اور پرسکون معاشرہ وجود میں آئے۔

لیکن اپنی کم مائیگی اور علمی بے بضاعتی اس راہ میں سنگِ گراں بن کر حائل تھی۔ بالآخر بعض احباب کے تقاضوں اور بزرگوں کے حکم نے مجبور کر دیا کہ یہ چند سطور سپرد قلم کروں۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا نام لے کر کمر ہمت کس لیا اور اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں قرآن کریم اور احادیث رسول کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی۔ جو درج ذیل شعر کا مصداق ہے ؎

لایا ہوں اس طرح دلِ صد پارہ ڈھونڈھ کر　　　ٹکڑا جہاں پڑا کوئی دیکھا اٹھا لیا

اس کتاب کی ترتیب وتالیف جنوری ١٩٨٠ء — ربیع الاول ١٤٠٠ھ میں مکمل

ہو چکی تھی، جب کہ میں جامعہ اثریہ دار الحدیث مئوناتھ بھنجن میں حدیث وفقہ اور علوم عربیہ کا ایک ادنیٰ مدرس تھا۔ مولانا حامد الانصاری انجم حفظہ اللہ وتولاہ نے عربی اور انگریزی سن تالیف اپنے مصرع تاریخ میں یوں ذکر کیا ہے ؎

مرا در فکر تاریخش پریشاں دید چوں ہاتف بگفتا باعثِ ایں چیست؟ کیوں اتنا پریشاں ہے؟
معاً آئی ندا انجم قلم برداشتہ لکھ دو "ریاضِ دینِ برحق ہے" گُلِ گلزار ایماں ہے

۱۴۰۰ھ

مصرع تاریخ بھی انجم لکھو

ہے "فروغ شمعِ دین مصطفا"

۱۹۸۰ء

اُس وقت کتاب کا پورا نام "حقوق والدین واولاد" رکھا تھا۔ اور اس کے دو حصے کر دیئے تھے۔ حصۂ اول "حقوق والدین" اور حصۂ دوم "حقوق اولاد" پر مشتمل تھا۔ حصۂ اول "حقوق والدین" کی کتابت بھی مکمل ہو چکی تھی اور حصۂ دوم کی کتابت باقی تھی۔ اسی اثنا میں ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر، نئی دہلی کے زیر اہتمام ایک تعلیمی ادارہ "معہد التعلیم الاسلامی" کا افتتاح ہوا اور ناچیز کو ایک مدرس کی حیثیت سے معہد میں طلب کر لیا گیا۔ یہاں آنے کے بعد رجحان پیدا ہوا کہ جو احادیث پرانے انداز میں حوالہ کے ساتھ لی گئی ہیں ان کی نئے انداز میں تخریج اور تحقیق بھی ہونی چاہیے تاکہ ضعیف اور موضوع روایات کو کتاب میں جگہ نہ ملنے پائے۔ اور صرف قرآن کریم اور صحیح احادیث ہی پر کتاب کی بنیاد برقرار رہے۔

مگر تدریس وتعلیم کے ساتھ ادارتی اور انتظامی امور نے ایسا گھیرا کہ تقریباً تیرہ سال کے عرصہ میں نظر ثانی اور تحقیق کا موقع نہ نکال سکا۔ بالآخر "کل شئی مرھون بأوقاتہ" کے بمصداق اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نومبر ۱۹۹۳ء سے "حقوق والدین" نظر ثانی اور تحقیق کے بعد باقاعدہ ماہنامہ "التوعیہ" نئی دہلی میں شائع ہونے لگا۔ اور ۱۷/مئی ۱۹۹۶ء — ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ کو اس کی نظر ثانی اور تحقیق سے فارغ ہو گیا۔ اور اب یہ کتاب "حقوق والدین قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں" کے نام سے

آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ — وَبِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔
یوں تو اس موضوع پر بہت سی کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان کی تزیین یا تو فرضی قصوں اور منگھڑت واقعات سے ہے یا وہ اسلوب و بیان اور موضوع کی اہمیت کے لحاظ سے ناقص اور ناتمام ہیں۔
میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ تو پڑھنے والے کریں گے۔
البتہ اس کتاب کی بعض خصوصیات درج ذیل ہیں:

- اس کتاب کی بنیاد صرف قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو بنایا گیا ہے۔
- کوئی چیز بغیر حوالہ کے نہیں نقل کی گئی ہے۔
- معتبر تفاسیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- آیاتِ قرآنیہ کا حوالہ سورہ کے نام، نمبر اور آیت نمبر کے ساتھ دیا گیا ہے۔
- آیات کی ترجمانی میں جناب نواب وحید الزماں حیدرآبادی رحمہ اللہ کا ترجمہ پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- احادیث کے حوالہ میں کتاب کا نام، نمبر اور ترجمۃ الباب اور نمبر کے ساتھ حدیث کا نمبر بھی درج کیا گیا ہے۔
- جو حدیثیں صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) یا ان میں سے کسی ایک میں ملیں عموماً انھیں پر اکتفا کیا گیا ہے۔
- صحیحین کے بعد بقیہ سنن اربعہ (سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ) پر اعتماد کیا گیا ہے۔
- اگر کتب ستہ میں کوئی حدیث نہیں ملی تو دیگر دواوین سنّت کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔
- تخریج حدیث کے ساتھ حدیثوں کا درجہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔
- اور چونکہ صحیحین کی ساری حدیثیں صحیح اور قابل عمل ہیں اس لیے ان کی حدیثوں کا درجہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی ہے۔

○ حدیثوں کے حکم اور ان کے درجہ کی تعیین میں عموماً محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی (مولود ۱۹۱۴ء) حفظہ اللہ کے قول اور فیصلہ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے انھیں اس میدان میں ید طولیٰ حاصل ہے ساتھ ہی دوسرے ائمہ اور محدثین کی تصحیح اور تحسین کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

○ اس میں کوئی حدیث اس وقت تک شامل نہیں کی گئی ہے۔ جب تک اس کے صحیح یا حَسَن اور قابلِ قبول ہونے سے متعلق اطمینان نہیں کر لیا گیا ہے۔

○ فرضی واقعات اور ضعیف وموضوع روایات سے کلی طور پر بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور اسے تمام لوگوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید اور کار آمد بنائے۔ اور ناچیز، ناچیز کے والدین، اساتذہ اور متعلقین ومعاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت اور لوگوں کی اصلاح وسدھار اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

”كُلُّ اِنْسَانٍ مُرَكَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ“ کے تحت اپنی عاجزی وکم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے اہلِ علم سے درخواست ہے کہ لغزشات قلم سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی اصلاح کی جاسکے۔

اخیر میں اپنے تمام اساتذۂ کرام، بزرگوں، دوستوں اور ساتھیوں کا شکر گذار ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔ «يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○»
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

نئی دھلی

خادم سنّتِ نبوی	۱۰/ رمضان ۱۴۱۸ھ
راجی رحمت باری	۱۰/ جنوری ۱۹۹۸ء
ابو صادق عاشق علی اثری	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطاعتِ والدین کی اہمیّت وفرضیت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ (آل عمران ۳ : ۱۰۲)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○ (النساء ۴ : ۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ○ (الأحزاب ۳۳ : ۷۰-۷۱)

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي

النَّارِ۔

ہم پر اللہ تعالیٰ کے ظاہری و باطنی انعامات بے حساب و لاتعداد ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے:

«وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً» (لقمان ۳۱ : ۲۰)

اور تم پر اپنی کھلی اور چھپی ساری نعمتیں پوری کر دیں۔

ان نعمتوں کا شمار کرنا حسبِ فرمانِ الٰہی «وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا» (ابراھیم ۱۴ : ۳۴) طاقتِ بشری سے باہر ہے۔

ان نعمتہائے غیر متناہیہ میں سے سب سے بڑی نعمت ماں باپ کا سایۂ شفقت ہے۔ وہ ہمارے مربّی اور ہماری تخلیق و ارتقاء کا ظاہری سبب ہیں۔ اور ہماری نشو و نما اور پرورش و پرداخت کا سہارا ہیں، انھیں پر ہماری زندگی کا بناؤ و بگاڑ موقوف ہے، وہی ہمارے خورد و نوش کے منتظم و کفیل اور ذمّے دار ہیں، ہمارے دکھ درد، رنج و غم میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مضطرب اور بے قرار ہونے والے ہیں۔ اور ہمارے آرام و راحت اور سرور و انبساط کی خاطر اپنا سُکھ چین بھلا دینے والے ہیں۔ ہماری تعلیم و تربیت اور ادب و تہذیب بہت حد تک انھیں پر موقوف ہے۔

غرضیکہ ہمارے پروان چڑھنے اور ترقی کے منازل طے کرنے اور دین و دنیا کے سدھار میں ان کا زبردست تعاون شامل ہے، اور عالمِ وجود میں آنے سے لیکر منزلِ شعور تک ہم پر ان کے بے شمار احسانات ہیں —— تو جس طرح منعمِ حقیقی، خالقِ ارض و سما، مالکِ کون و مکاں پروردگارِ کائنات کی شکر گذاری اور فرماں برداری ہم پر فرض ہے، اسی طرح والدین کے احسانات کا بھی شکریہ بصورت خدمت و اطاعت ہم پر لازم ہے۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ محسن کی اُلفت و محبت دل میں جاگزیں ہونی چاہیے، زبان سے اس کی تعریف اور اعضاء سے خدمت کرنی چاہیے، کسی حساس دل عربی شاعر نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ احسان سے آدمی کا پورا وجود محسن کا ہو جاتا ہے ؎

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً
يَدِيْ وَلِسَانِيْ وَالضَّمِيْرَ الْمُحَجَّبَا

یعنی اے میرے منعم ومحسن تمھارے انعامات نے میرے ہاتھ اور زبان اور مخفی دل کو تمھارے قبضہ میں کر دیا۔ یعنی میرا ہاتھ، میری زبان اور میرا دل سب کچھ تمھاری مدح وثنا اور خدمت کے لیے وقف ہے۔

چنانچہ ہم اگر کسی معمولی محسن کی تعریف وتوصیف، بزرگی و بڑائی اور تعظیم وتکریم نہیں کرتے ہیں تو لوگ ہم کو ناشکرا اور احسان فراموش کا خطاب دیتے ہیں۔

یہ تو اشرف المخلوقات کی احسان مندی اور منّت شناسی ہوئی۔ آپ اپنے زاویۂ فکر کو اور وسعت دیجیے اور اشرف المخلوقات سے نیچے اتر کر ارذل المخلوقات کی احسان مندی کو دیکھیے۔ کتّا جو جانوروں میں نہایت حقیر وذلیل سمجھا جاتا ہے۔ وہ کس قدر اپنے مالک ومحسن کا احسان مند اور وفادار ہوتا ہے ——— آپ نے ایک کتّے کو اپنی غذا میں شریک کر لیا اور لقمہ دے کر اس کی پرورش کر کے شکار کی تعلیم دینے لگے، تو وہ آپ کے اس احسان کا بدلہ اور شکریہ اس طرح ادا کرتا ہے کہ آپ کے گھر، کھیت اور کھلیان کی رکھوالی کرتا ہے اور اگر آپ نے اس کو کسی جانور کے شکار کے لیے دوڑایا، اور وہ شکار کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس میں سے بغیر آپ کی مرضی کے ایک ٹکڑا بھی لینا احسان فراموشی سمجھتا ہے۔

دیکھا آپ نے کتّے کی منّت شناسی کو کہ اس نے اپنی مرغوب غذا گوشت کو بغیر اپنے محسن کو دیئے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ تو بھلا سوچیے! کہ اللہ اور رسول کے بعد ماں باپ سے زیادہ احسان ہم پر اور کس کا ہو سکتا ہے؟ اگر ہم شکمِ مادر میں رہنے، دودھ پینے اور پرورش وپرداخت کے زمانہ، پھر تعلیم وتربیت اور شادی بیاہ کے مراحل کو سوچیں تو ماننا پڑے گا کہ سب سے زیادہ احسان ماں باپ کا ہے۔ جب یہ بات مسلّم ہے تو ان کی شکرگزاری اور احسان مندی اور خدمت وتابعداری اور تعظیم وتکریم بھی سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔ ورنہ ہم اشرف المخلوقات کہلانے کے حقدار نہ ہوں گے

اور چوپایوں سے بھی زیادہ حقیر وذلیل ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہم پر صادق آئے گا۔

«وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○» (الأعراف ۷ : ۱۷۹)

یعنی اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور انسان پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل ایسے ہیں جن سے (دین اور آخرت کی باتیں) نہیں سمجھتے۔ اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے (ہدایت کا راستہ) نہیں دیکھتے۔ اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے (حق بات) نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپائے (جانوروں) کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اب آیئے قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں والدین کا مقام و مرتبہ دیکھیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

«وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ○ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ○» (الإسراء ۱۷ : ۲۳-۲۵)

اور تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو اُن کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو، اور ان کو عزت سے مخاطب کیا کرو (ان کی ذرا سی بھی دل شکنی نہ کرو) اور محبت سے

ان کے آگے جھک جایا کرو اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا کرو کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے لڑکپن میں میری پرورش کی۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ربّانی ہے:

«وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ۖ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝» (النساء ۴ : ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، قرابت داروں، یتیموں، فقیروں، پڑوسی رشتہ داروں، اجنبی پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے، مسافر اور ان لونڈی غلاموں کے ساتھ جو تمھارے قبضہ میں ہوں، حسنِ سلوک سے پیش آؤ، بیشک اللہ اترانے والے فخر و غرور کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

«قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝» (الأنعام ۶ : ۱۵۱)

(اے نبی لوگوں سے) کہدو آؤ میں تم کو وہ باتیں سناؤں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (تم پر لازم ہے) کہ

۱۔ تم کسی چیز کو اس کے ساتھ ساجھی نہ بناؤ۔

۲ - ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔
۳ - اپنی اولاد کو محتاجی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی تم کو روزی دیتے ہیں اور ان کو (بھی دیں گے)۔
۴ - بے شرمی کی باتیں کھلی ہوں یا چھپی ان کے پاس نہ جاؤ۔
۵ - جس جان کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر۔
یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تم کو حکم دیا تاکہ تم سمجھو۔

ان آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے فوراً بعد والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے اور انھیں زجر و توبیخ کرنے اور ان کی نافرمانی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ اُف تک کہنے سے روک دیا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد انسانوں پر بندوں کے حقوق میں سب سے مقدّم حق ان کے والدین کا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح شرک سے بچنا اور توحید پر قائم رہنا ضروری ہے، اور اس میں ذرا بھی غفلت و کوتاہی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کر سکتی ہے اسی طرح والدین کی خدمت و اطاعت بھی لازمی ہے اس میں معمولی کوتاہی بھی باعث ہلاکت و بربادی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

«وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ

سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ » (الأحقاف ۴۶ : ۱۵-۱۶)

اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے ماں نے تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں پورا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے زور کو پہنچا اور پھر چالیس برس کی عمر ہوئی تو کہنے لگا کہ میرے مالک! مجھ کو ایسی توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکریہ ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا اور میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک کر دے۔ میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی، اور میں تیرا فرماں بردار ہوں۔ یہی لوگ تو وہ ہیں جن کے اچھے کام ہم قبول کرلیں گے۔ اور ان کی برائیاں معاف کردیں گے۔ جنت والوں میں۔ سچا وعدہ (پورا ہوگا) جو اُن سے دنیا میں کیا جاتا تھا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اس علت کے ساتھ کہ ان کے احسانات تمھارے اوپر ان حالات میں ہوئے ہیں جب کہ تم بے بس اور مجبور تھے۔ پھر انھوں نے تمھاری پرورش کا حق ادا کر دیا ہے اور غایت درجہ مصائب برداشت کیے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

«وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝»

(لقمان ۳۱ : ۱۴)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے حق میں نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اسکی ماں نے اس کو تھک تھک کر (اپنے پیٹ میں) اٹھایا۔ اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹا۔ (ہم نے انسان کو حکم دیا) کہ میرا شکر کرتا رہ۔ اور اپنے ماں باپ

کا۔ (بالآخر) میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

غور کیجیے اس آیتِ مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے والدین کی اطاعت اور خدمت کی وصیت فرمائی ہے اس کے بعد اس کی وجہ بھی بتادی کہ ماں نے تھک تھک کر اس کو اپنے شکم میں رکھا، پھر وضعِ حمل کی ناقابلِ برداشت تکلیف سے دوچار ہو کر اولاد کو اپنا خون بشکلِ دودھ پلایا اور دو سال میں دودھ چھڑایا۔ اس احسان کے صلہ میں اپنی اور والدین کی شکر گزاری کا حکم ایک ساتھ دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کیا گیا اور والدین کے احسانات کی ناشکری کی گئی تو درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچے گا۔

پھر "اِلَیَّ الْمَصِیْرُ" کہہ کر اللہ تعالیٰ نے ایک الٹی میٹم دے دیا کہ خبردار اگر احسان فراموشی اور ناشکری کی تو پھر خیر نہیں، کیونکہ انجام کار مرنے کے بعد تمھیں میری ہی طرف لوٹنا ہے اور میرے پاس شکر گزاروں کے لیے مزید انعامات ہیں اور ناشکروں کے لیے سخت قسم کا عذاب ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

«وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ○» (ابراھیم ۱۴: ۷)

یعنی اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تمھارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو تم کو اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب البتہ سخت ہے۔

یاد رہے کہ قرآن کریم میں ایک دو مقامات پر نہیں بلکہ بے شمار مقامات پر مختلف انداز میں والدین کی اطاعت اور خدمت کا حکم موجود ہے جن پر غور کرنے سے اطاعتِ والدین کی فرضیت و اہمیت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے۔

سابقہ امتوں میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم

والدین کے ساتھ ادب و تعظیم، ان کی اطاعت و فرماں برداری، خدمت و

رضاجوئی اتنی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کو بھی اس کا حکم دیا تھا جیسا کہ درج ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے:

«وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝» (البقرة ۲ : ۸۳)

اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو، اور رشتے ناطے والوں اور یتیموں اور محتاجوں سے، اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات کرو، اور صلاۃ قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو، پھر تم (اپنے قول سے) پھر گئے مگر تم میں تھوڑے لوگ (جو اپنے عہد اور قول پر قائم رہے) اور تم اعراض کرنے والے ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ان باتوں کا پختہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور والدین اور قرابت داروں اور یتیموں و مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، لوگوں سے اچھی بات کریں گے، صلوٰۃ قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے۔

لیکن بنی اسرائیل نے اس عہد و پیمان کو پورا نہیں کیا بلکہ اپنی فطرت کی بنا پر ان چیزوں سے اعراض کیا۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح ہم اللہ کے ساتھ شرک کر کے اور والدین اور دوسرے قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے عہد شکنی نہ کریں اور اعراض کا راستہ اختیار نہ کریں۔

اطاعتِ والدین انبیاء علیہم السّلام کی صفات میں سے ہے

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا ہے:

«قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ○ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ○ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ○» (مریم ۱۹ : ۳۰ - ۳۲)

(عیسیٰ علیہ السّلام نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔ اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں رہوں، اور مجھ کو صلاۃ پڑھنے اور زکاۃ دینے کا حکم دیا ہے، جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا اور مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا۔

اور سیدنا ابراہیم علیہ السّلام کے سلسلہ میں فرمایا:

«رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○»

(ابراهیم ۱۴ : ۴۰ - ۴۱)

میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو صلاۃ قائم کرنے والا بنا دے اور میری دُعا قبول کر۔ اے ہمارے رب! مجھ کو میرے ماں باپ اور سب ایمان والوں کو جس دن (عملوں کا) حساب ہونے لگے بخش دے۔

اور سلیمان علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا:

«وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ○ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ○» (النمل ۲۷ : ۱۷ - ۱۹)

اور سلیمان کا جتنا لشکر تھا جنوں اور انسانوں اور پرندوں کا وہ سب ان کے لیے اکٹھا کیا گیا، اور ان کی مثلیں لگائی گئیں۔ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کی وادی

میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا، چیونٹیو! تم اپنے بلوں میں گھس جاؤ (کہیں) تم کو سلیمان اور ان کے لشکر والے بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔ (سلیمان علیہ السّلام) چیونٹی کے اس کہنے پر مسکرا کر ہنس پڑے، اور کہنے لگے میرے رب! مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عنایت فرمائیں، اور میں نیک کام کرتا رہوں، جس سے تو خوش ہو اور (آخرت میں) اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

اور نوح علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا:

«رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝» (نوح ۷۱ : ۲۸)

میرے مالک! مجھ کو بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو کوئی ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو، اور تمام ایمان دار مرد اور عورتوں کو، اور ظالموں کی تباہی میں اضافہ کر۔

اور یحییٰ علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا:

«يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝»

(مریم ۱۹ : ۱۲ — ۱۵)

اے یحییٰ! تو کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہ، اور ہم نے اس کو بچپن ہی سے سمجھ عطا کی تھی اور اپنے پاس سے مہربانی اور پاکیزگی دی تھی اور وہ پرہیزگار تھا۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا تھا۔ اور سرکش نافرمان نہیں تھا۔

اور سیدنا اسماعیل علیہ السّلام کے بارے میں فرمایا:

«فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي

أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ○ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○» (الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۱ - ۱۰۷)

پس ہم نے ایک بردبار لڑکے کی اس کو (ابراہیم کو) خوشخبری دی، جب وہ لڑکا اس لائق ہوا کہ ابراہیم کے ساتھ دوڑ بھاگ کر سکے تو ابراہیم نے کہا: بیٹا! میں خواب میں یہ دیکھتا ہوں جیسے تجھ کو ذبح کر رہا ہوں تو بھی سوچ کر دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ لڑکے نے کہا، ابا جان! جو (اللہ کا) حکم آپ کو ہوا ہے اس کو (فوراً) بجا لایئے، اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ جب باپ اور بیٹا دونوں (اللہ کا حکم بجالانے پر) مستعد ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل (اوندھا) پچھاڑا، اور ہم نے ابراہیم کو پکارا، اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچّا کر دکھایا، ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں، بے شک یہ کھلی آزمائش تھی، اور ہم نے اس لڑکے کے صدقے میں ایک بڑی قربانی دی۔

معصیتِ الٰہی میں کسی کی اطاعت نہیں

اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ ماں باپ کی اطاعت فرض اور واجب ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ شرک و بدعت، کفر و ضلالت اور معصیت الٰہی، یا کسی کو قتل کرنے یا کسی کا مال غصب کرنے، کسی کا گھر اور سامان نذر آتش کرنے کا حکم دیں تو ان کی بات قابل قبول اور لائق عمل ہوگی یا نہیں؟

چونکہ قرآن و حدیث ہی ہدایت کا سرچشمہ ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ اس کا جواب بھی قرآن و سنّت ہی کی روشنی میں تلاش کیا جائے اور انھیں کے اصول کو لائحہ عمل اور نمونہ زندگی بنایا جائے۔

اس سلسلہ میں قرآن کی ہدایت یہ ہے :

«وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝» (عنکبوت ۲۹ : ۸)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے حق میں اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ دونوں زبردستی یہ چاہیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کر جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ میری طرف تم سب کو لوٹ کر آنا ہے پس میں تم کو تمھارے کیے سے باخبر کر دوں گا۔

اس آیت کریمہ نے مسئلہ بالکل صاف کر دیا کہ اللہ کی نافرمانی کے امور میں ماں باپ کی بات قابلِ تسلیم نہ ہوگی۔ کیونکہ والدین کا حق اور احسان اگرچہ بہت زیادہ ہے اور ان کے احسانات کا شکریہ اور ان کی اطاعت وخدمت ضروری ہے لیکن منعمِ حقیقی خالقِ دوجہاں اللہ رب العالمین جس نے ماں باپ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے، اس کا حق سب سے بڑا اور سب پر بالا ہے، اس کے حکم کے خلاف کسی کی بات جائز اور قابلِ قبول نہیں۔ چاہے وہ ماں باپ ہوں یا پیر واستاد اور حاکم وبادشاہ۔

جیسا کہ عمران اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ[1]

کہ جس چیز میں خالقِ کائنات کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں۔

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

سَيَلِي أُمُورَكُمْ مِنْ بَعْدِي رِجَالٌ يُعَرِّفُونَكُمْ مَا تُنْكِرُونَ وَيُنْكِرُونَ عَلَيْكُمْ مَا تَعْرِفُونَ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ[2]

---

[1] صحیح : صحیح الجامع ۷۵۲۰ بحوالہ مسند أحمد وحاکم۔

[2] صحیح : صحیح الجامع ۳۶۷۲ بحوالہ طبرانی کبیر وحاکم بروایت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔

عنقریب میرے بعد کچھ لوگ تمہارے معاملات کے والی ہوں گے جو تم سے منکر کو معروف اور معروف کو منکر بتائیں گے۔ تو تم میں سے جو شخص ایسے لوگوں کو پائے تو سن لے کہ اس شخص کی اطاعت نہیں ہے جو اللہ عزوجل کی نافرمانی کرے۔

نیز آپ نے فرمایا:

طَاعَةُ الْإِمَامِ حَقٌّ عَلَى الْمَرْأِ الْمُسْلِمِ، مَالَمْ يَأْمُرْ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَإِذَا أَمَرَ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلَاطَاعَةَ لَهُ۔[۱]

امام کی اطاعت مسلمان آدمی پر واجب ہے جب تک کہ وہ اللہ کی معصیت و نافرمانی کا حکم نہ دے۔ اور جب اللہ کی معصیت کا حکم دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں۔

اور فرمایا:

مَنْ أَمَرَكُمْ مِنَ الْوُلَاةِ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا تُطِيعُوهُ۔[۲]

جو والی تمہیں معصیت کا حکم دے اس کی بات نہ مانو۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:

لَاطَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔[۳]

اللہ کی معصیت میں کسی بھی شخص کی اطاعت جائز نہیں، اطاعت صرف بھلائی کے معاملہ میں جائز ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ معصیت کے کام میں کسی بھی شخص اور فرد کی بات

۱۔ حسن: صحیح الجامع ۳۹۰۷ بحوالہ شعب الإیمان بیہقی بروایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حسن: صحیح الجامع ۶۰۹۹ بحوالہ مسند أحمد، سنن ابن ماجہ، حاکم بروایت أبو سعید رضی اللہ عنہ۔

۳۔ صحیح: صحیح الجامع ۷۵۱۹ بحوالہ صحیحین ونسائی بروایت علی رضی اللہ عنہ۔

نہیں مانی جائے گی خواہ کوئی بھی ہو۔لیکن ابھی ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ جب معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے تو ایسے والدین جو اللہ ورسول کی نافرمانی کا حکم دیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے ؟

اس بارے میں بھی قرآن کریم کی رہنمائی واضح طور پر موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

«وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝»

(لقمان ۳۱ : ۱۵)

اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرا جن کا تجھ کو علم نہیں تو تو (اس کام میں) ان کا کہنا نہ مان۔ اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ اور (دین کے کاموں میں) تو ان لوگوں کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع ہوں، پھر تم سب کو (مرنے کے بعد) میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو میں تم لوگوں کو تمھارے اعمال کی خبر دوں گا۔

اس آیت شریفہ نے معاملہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ معصیتِ الٰہی میں نہ تو ان کی بات مانی جائے گی نہ ان کو کسی طرح سے تکلیف دی جائے گی۔ البتہ دنیا کے عام معاملات میں ان سے احترام، محبت، اخلاق اور تواضع کا برتاؤ کیا جائے گا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعۂ اسلام بھی اسی اصول کا مؤید ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ سورۂ لقمان کی مذکورہ بالا آیت میرے بارے میں اتری ہے۔ میں اپنی ماں کا بڑا فرمانبردار اور خدمت گزار تھا، جب میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تو میری ماں نے کہا سعد! میں تم سے یہ نئی چیز کیا دیکھ رہی ہوں؟ تم اپنے اس دین سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی۔ اور اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔ پھر لوگ تمھیں ماں کا قاتل کہہ کر طعنہ دیں گے۔ میں نے سمجھایا کہ امی جان! آپ ایسا نہ کریں، کیونکہ میں کسی قیمت پر اپنا یہ دین نہیں چھوڑ سکتا۔ جب ماں نے اسلام کے سلسلے میں میرا

استقلال واستقامت دیکھی تو بھوک ہڑتال شروع کردی۔ اور یہ سلسلہ تین دن تک جاری رکھا جب میں نے دیکھا کہ وہ بہت زیادہ لاغر ہوگئی ہیں پھر بھی کھانے کا نام نہیں لے رہی ہیں۔ تو نہایت عزیمت کے ساتھ میں نے کہا:

یَا اُمَّہ تَعْلَمِیْنَ وَاللّٰہِ لَوْکَانَتْ لَکِ مِائَۃُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَاتَرَکْتُ دِیْنِیْ ھٰذَا الشَّیْئَ، فَاِنْ شِئْتِ فَکُلِیْ وَاِنْ شِئْتِ لَاتَاْکُلِیْ فَاَکَلَتْ۔[1]

امی جان! آپ اچھی طرح جان لیں کہ اللہ کی قسم اگر آپ کے پاس سو جانیں ہوتیں اور ایک ایک کر کے نکل جاتیں تو بھی میں کسی قیمت پر اپنے دین سے باز نہ آتا۔ لہٰذا آپ چاہیں تو کھائیں، چاہیں نہ کھائیں۔ (جب باطل کو منوانے کے لیے ماں کی بھوک ہڑتال کامیاب نہ ہوئی) تو انھوں نے کھانا پینا شروع کر دیا۔

دیکھیے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں نے باطل کو منوانے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کر دی، اور ایڑی چوٹی کا زور لگا ڈالا، بھوک ہڑتال کر کے جان تک دینے کی کوشش کی، لیکن انھیں ماں کے باطل مطالبات کو قبول کرنے کی اجازت نہیں ملی بلکہ صاف طور پر ان کی اطاعت سے روک دیا گیا۔ البتہ دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہنے اور بہتر سلوک کرنے کا حکم دیا گیا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام اور ایمان کے معاملہ میں کافر والدین وغیرہ کے ساتھ موالات اور دوستی رکھنے سے صراحت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

«یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/۴۹۰، تفسیر ابن جریر ۲۱/۴۵، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان علی ھامش تفسیر ابن جریر ۲۱/۵۵۔

وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝»

(التوبة ۹: ۲۳-۲۴)

اے مومنو! اگر تمھارے باپ اور بھائی ایمان کو چھوڑ کر کفر کو پسند کریں تو تم ان سے (بھی) دوستی نہ رکھو (چہ جائیکہ دوسرے کافروں سے) اور تم میں سے جو لوگ ان سے دوستی رکھیں تو وہی ظالم ہیں (اے پیغمبر! ان مسلمانوں سے) کہدے کہ اگر تمھارے باپ دادا، بیٹے پوتے، بھائی، بیویاں کنبے والے اور جو مال تم نے کمائے ہیں اور جس سوداگری کے مندا ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور جن مکانوں اور حویلیوں کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

ان آیات میں مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ اللہ اور رسول کی محبت انھیں ہر چیز سے زیادہ ہونی چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر کبھی ایسی نوبت آجائے کہ ایک طرف اللہ اور رسول کا حکم ہو اور دین اسلام کو بچانے کے لیے جان و مال سب کچھ قربان کر دینے کی ضرورت ہو اور دوسری طرف ماں باپ اور دیگر خویش و اقارب کی محبت ہو اور مالی اور دوسرے دنیوی مفادات و خطرات سدِ راہ ہو رہے ہوں تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر مصلحت سے بے پرواہ ہو کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کرے اور انھیں کے احکام کی پیروی کرے۔

والدین سے بات کرنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ماں باپ سے بات چیت کرنے اور ان کی بات کا جواب دینے کے سلسلہ میں ہم کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان سے نہایت نرمی اور

ادب واحترام سے گفتگو کریں اور گستاخی اور بدتہذیبی سے پیش نہ آئیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

«اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○»

(الإسراء ۱۷: ۲۳ - ۲۴)

یعنی اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کرو، اور نہ جھڑکو، اور (بات کرو تو) ان سے نرمی سے بات کرو، اور انتہائی ادب واحترام اور عجز وانکساری سے پیش آؤ، اور دعا کرو میرے مالک! ان پر رحم کر جیسے ان دونوں نے (مجھ پر رحم کر کے) بچپن میں مجھے پالا ہے۔

ماں باپ بوڑھے ہوں یا جوان ہر حال میں ان کا ادب واحترام کرنا اور ان سے نرمی سے بات کرنا فرض ہے اور انھیں جھڑکنا اور ڈانٹنا گناہ ہے۔ مگر چونکہ بڑھاپے میں خدمت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور بعض لوگوں کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اس لیے خاص طور پر بڑھاپے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ماں باپ اس حالت کو پہنچ جائیں کہ پیشاب و پاخانہ خود نہ صاف کر سکیں، اور تمھیں صاف کرنا پڑ جائے تو کراہت کا اظہار نہ کرو بلکہ خندہ پیشانی سے ان کی غلاظت صاف کیا کرو۔ جیسا کہ وہ تمھارا پیشاب و پاخانہ صاف کرنے کے وقت ناگواری محسوس نہیں کرتے تھے۔[1]

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ "قَوْلًا كَرِيْمًا" کے متعلق کہتے ہیں:

كَقَوْلِ الْعَبْدِ الْمُذْنِبِ لِلسَّيِّدِ الْفَظِّ.[2]

---

[1] تفسیر معالم التنزیل ۳/۱۱۰، تفسیر ابن عطیہ ۹/۵۶، فتح القدیر ۳/۲۲۰۔

[2] تفسیر معالم التنزیل ۳/۱۱۰، تفسیر ابن عطیہ ۹/۵۷۔

کہ ماں باپ سے اس طرح بات کرو جس طرح مجرم اور گنہگار غلام اپنے بد اخلاق آقا سے بات کرتا ہے۔

اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اِخْضَعْ لِوَالِدَيْكَ كَمَا يَخْضَعُ الْعَبْدُ لِلسَّيِّدِ الْفَظِّ الْغَلِيظِ۔[1]

یعنی اپنے ماں باپ سے ایسی عاجزی وانکساری اور فروتنی سے پیش آؤ اور بات کرو جیسے ایک غلام اپنے بدمزاج اور سخت دل مالک سے کرتا ہے۔

اور حسین ابن علی سے مرفوعاً روایت ہے:

یعنی اگر اللہ تعالیٰ اُف سے ادنیٰ بھی کوئی نافرمانی جانتا تو اسے بھی حرام قرار دیتا۔[2]

یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم اور ہدایت والدین کے ساتھ بات چیت کرنے کے سلسلہ میں لیکن افسوس کہ ہم قرآن کریم کے بتائے ہوئے آداب کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ماں باپ کی نرم بات کا بھی جواب نہایت درشت اور سخت لہجے میں دیتے ہیں۔

والدین کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کی فضیلت

طیسلہ بن میاس کہتے ہیں کہ میں نجدہ بن عامر خارجی حروری کے ساتھیوں میں تھا۔ میں کچھ ایسے گناہوں کا مرتکب ہوا جن کو میں کبائر سے کم نہیں سمجھتا تھا۔ تو میں نے اس کا ذکر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کیا۔ انھوں نے فرمایا وہ کون سے گناہ ہیں؟ میں نے کہا فلاں، فلاں۔ انھوں نے کہا کہ یہ کبائر میں سے نہیں ہیں۔ کبائر تو نو ہیں:

اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ النَّسَمَةِ، وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَإِلْحَادٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالَّذِي يَسْتَسْخِرُ، وَبُكَاءُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْعُقُوقِ، قَالَ لِي

---

[1] ۔ فتح القدیر ۲۲۰/۳۔

[2] ۔ فتح القدیر ۲۲۰/۳۔

ابْنُ عُمَرَ: أَتَفْرَقُ مِنَ النَّارِ وَتُحِبُّ أَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قُلْتُ: إِيْ، وَاللّٰهِ! قَالَ: أَحَيٌّ وَالِدُكَ؟ قُلْتُ: عِنْدِي أُمِّي قَالَ: فَوَاللّٰهِ! لَوْ أَلَنْتَ لَهَا الْكَلَامَ وَأَطْعَمْتَهَا الطَّعَامَ لَتَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَا اجْتَنَبْتَ الْكَبَائِرَ.[۱]

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی نفس کو قتل کرنا (۳) میدان جنگ سے بھاگنا (۴) پاکدامن عورت پر تہمت تراشی کرنا (۵) سود کا مال کھانا (۶) یتیم کا مال کھانا (۷) مسجد میں الحاد اور بے دینی کا کام کرنا (۸) لوگوں سے ٹھٹھا اور مذاق کرنا (۹) والدین کی نافرمانی کر کے انھیں رلانا۔ پھر مجھ سے ابن عمر نے کہا۔ کیا تو جہنم سے ڈرتا ہے اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے؟ میں نے کہا، ہاں، اللہ کی قسم۔ انھوں نے کہا کیا تیرے والد زندہ ہیں؟ میں نے کہا۔ میرے پاس میری ماں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر تو نے ان سے نرم لہجہ میں بات کی اور انھیں کھانا کھلایا تو ضرور جنت میں داخل ہو گے۔ جب تک کبائر سے بچتے رہو گے۔

والدین کی قسم کھانا جائز نہیں

والدین کا مقام و مرتبہ خواہ کتنا بلند سہی مگر اللہ رب العالمین کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ اسی لیے اگر قسم کھانے کی ضرورت ہو تو صرف اللہ کی قسم کھانا چاہیے۔ والدین یا غیر اللہ کی قسم کھانا بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کی قسم کھانا اس کی تعظیم کی مقتضی ہوتی ہے اور عظمت و بڑائی صرف اللہ واحد کے لیے ہے۔ چونکہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے آباء و اجداد کی قسم کھاتے تھے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے اس غلط طریقہ اور شرکیہ اور کفریہ کام سے منع کر دیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

---

[۱] - صحیح الأدب المفرد باب ۴ لین الکلام لوالدیه ح ۸/۶ - الصحیحة ۲۸۹۸

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَھُوَ یَسِیْرُ فِی رَکْبٍ یَحْلِفُ بِأَبِیْہِ فَقَالَ : أَلَا إِنَّ اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ. مَنْ کَانَ حَالِفًا فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ أَوْ لِیَصْمُتْ۔[1]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک قافلہ کے ساتھ چلتے ہوئے پایا اور وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا، خبردار ! بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں آبا، واجداد کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ جسے قسم کھانی ہو اسے اللہ کی قسم کھانی چاہیے۔ یا خاموش رہنا چاہیے۔

سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَحْلِفُ بِأَبِیْہِ فَقَالَ : لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ، مَنْ حَلَفَ بِاللّٰہِ فَلْیَصْدُقْ وَمَنْ حُلِفَ لَہُ بِاللّٰہِ فَلْیَرْضَ، وَمَنْ لَمْ یَرْضَ بِاللّٰہِ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔ جو اللہ کی قسم کھائے اسے سچی بات پر قسم کھانی

---

[1]۔ صحیح بخاری کتاب الأیمان والنذور ۸۳ باب لا تحلفوا بآبائکم ۴ ح ۶۶۴۶ وکتاب الشھادات ۵۲ باب کیف یستحلف ؟ ۲۶ ح ۲۶۷۹ وکتاب مناقب الأنصار ۶۳ باب أیام الجاھلیۃ ۲۶ ح ۳۸۳۶ وکتاب الأدب ۷۴ باب من لم یر إکفار من قال ذلك متأوّلًا أو جاھلًا ۷۴ ح ۶۱۰۸ وکتاب التوحید ۹۷ باب السؤال بأسماء اللّٰہ تعالیٰ والإستعاذۃ بھا ۱۳ ح ۷۴۰۱، صحیح مسلم کتاب الأیمان ۲۷ باب النھی عن الحلف بغیر اللّٰہ تعالیٰ ۱ ح ۳۔ ۱۶۴۶۔

[2]۔ صحیح : صحیح سنن ابن ماجہ کتاب الکفارات ۱۱ باب من حلف لہ باللّٰہ فلیرض ۴ ح ۲۱۰۸ بروایت ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما، إرواء الغلیل ۸ ۲۶۹۸۔

چاہیے۔ اور جس سے اللہ کی قسم کھائی جائے اسے تسلیم کر لینا چاہیے۔ اور جو اللہ سے راضی نہ ہو وہ اللہ کے حفظ و امان میں نہیں ہوگا۔

عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِی وَلَا بِآبَائِکُمْ [۱]

بتوں کی اور اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

اور آپ نے فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِکُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِکُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ، وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ۔ [۲]

اپنے باپوں کی، اپنی ماؤں کی اور بتوں کی قسم نہ کھاؤ صرف اللہ کی قسم کھاؤ اور صرف اس صورت میں اللہ کی قسم کھاؤ جب کہ تم سچے ہو۔

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَا وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ۔ [۳]

---

[۱]۔ صحیح مسلم کتاب الأیمان ۲۷ باب من حلف باللات والعزیٰ فلیقل لا إلٰه إلا اللّٰه ۲ ح ۶ – ۱۶۴۸ ، صحیح سنن ابن ماجه کتاب الکفارات ۱۱ باب النهی أن یحلف بغیر اللّٰه ۲ ح ۱۷۰۴۔

[۲]۔ صحیح: صحیح سنن النسائی ۳۵ باب ۶ ح ۳۵۲۹ بروایت ابی هریرة رضی اللّٰه عنه، صحیح الجامع ۷۲۴۹۔

[۳]۔ صحیح: صحیح سنن الترمذی کتاب الأیمان والنذور باب ماجاء فی کراهیة الحلف بغیر اللّٰه ۸ ح ۱۲۴۱ – ۱۵۹۰۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا "کعبہ کی قسم" بات ایسی نہیں ہے۔ تو انھوں نے کہا غیر اللہ کی قسم نہیں کھائی جاتی، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، قَالَ عُمَرُ: فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا، ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔[1]

بے شک اللہ عز وجل تمھیں باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا اس وقت سے باپ دادا کی قسم نہیں کھائی۔ نہ اپنی طرف سے اور نہ دوسرے کے باپ دادا کی قسم نقل کرنے کے طور پر۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قسم کھانے والے شخص کے لیے صرف دو ہی صورتیں ہیں:

۱۔ یا تو وہ اللہ کی قسم کھائے۔

۲۔ یا پھر خاموش رہے اور غیر اللہ کی قسم نہ کھائے۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا لائقِ تعظیم کیوں نہ ہو۔ جیسے انبیاء ورسل، فرشتے اور کعبہ۔ لہٰذا کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ نبی ورسول، جبرئیل، کعبہ، بیت اللہ، میری یا تیری زندگی یا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الأیمان ۲۷ باب النہی عن الحلف بغیر اللّٰہ تعالی ا ح ۲-۱۶۴۶، صحیح سنن الترمذی الأیمان والنذور باب ۷، ح ۱۲۳۹-۱۵۸۸۔

فلاں کی زندگی یا ماں باپ کی قسم کھائے۔

والدین کا پورا حق ادا نہیں ہو سکتا

ماں باپ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اولاد جس قدر بھی ان کی خدمت واطاعت اور فرمانبرداری کرے، صحیح معنی میں ان کا پورا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدًا، اِلَّا أَنْ یَجِدَہُ مَمْلُوْکًا فَیَشْتَرِیَہُ فَیُعْتِقَہُ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اولاد اپنے والدین کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی، مگر یہ کہ انھیں کسی کی ملکیت میں غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔

ابوبردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے اور ایک یمنی آدمی اپنی پیٹھ پر اپنی ماں کو لادے ہوئے طوافِ کعبہ کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا۔

إِنِّیْ لَهَا بَعِیْرُهَا الْمُذَلَّلْ　　　إِذْ أُذْعِرَتْ رِکَابُهَا لَمْ أُذْعَرْ

میں اس کے لیے ایک تابعدار سواری کا اونٹ ہوں، جب سواریوں کو ڈرایا جائے تو میں ڈرتا نہیں۔

پھر اس آدمی نے کہا، اے ابن عمر! کیا آپ کے خیال میں میں نے اپنی ماں کا بدلہ چکا دیا؟ ابن عمر نے کہا، نہیں۔ ولادت کی مشکل اور دشوار گھڑی کی ایک آہ کا بدلہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب العتق ۲۰ باب فی عتق الولد الوالد ۶ ح ۲۵ - ۱۵۱۰، صحیح سنن الترمذی البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الوالدین ح ۱۵۵۶ - ۱۹۸۸ - صحیح سنن ابن ماجہ الأدب ۳۳ باب برالوالدین ۱ ح ۲۹۵۲ -

بھی نہیں ہوا۔[1]

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام

عزیز بچو! ایک وقت وہ تھا جب شمع رسالت کے پروانے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نیکیوں کے حصول کے لیے نئے نئے راستے معلوم کرتے تھے۔ کوئی پوچھتا اے اللہ کے رسول! کوئی ایسا عمل بتائیے جو جنّت میں پہنچانے والا ہو، کوئی سوال کرتا اے پیارے نبی! کوئی ایسا کام بتائیے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، کوئی دریافت کرتا اے نبی کریم! کوئی ایسا عمل بتائیے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو، کوئی غریب و مفلس حاضر خدمت ہو کر عرض کرتا "یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَدْ ذَھَبَ أَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلیٰ وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ" اے اللہ کے رسول! مالدار لوگوں نے تو اونچے درجات اور دائمی نعمتیں لے لیں کیونکہ جیسے ہم صلوٰۃ پڑھتے ہیں ویسے وہ لوگ بھی پڑھتے ہیں، جیسے ہم صوم رکھتے ہیں ویسے وہ بھی رکھتے ہیں لیکن وہ صدقہ وخیرات کرتے ہیں ہم نہیں کر پاتے ہیں۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم میں اس کی طاقت و وسعت نہیں ہے۔ پھر آپ نیکیوں کے تمام متلاشیوں کو آخرت سنوارنے کا نسخہ بتاتے اور وہ اسے لے کر شاداں و فرحاں واپس جاتے اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو بنانے میں لگ جاتے۔

غرضیکہ ان کا مقصدِ حیات حصول زر و جواہر اور لعل و گہر نہیں بلکہ حصولِ دین تھا۔ مرد و زن، خُرد و کلاں سب شب و روز اسی فکر میں رہتے تھے کہ کون سا راستہ اختیار کریں جس سے آخرت بن جائے۔ انھیں اسلاف کے ہم ناخلف لوگ ہیں جن کو نہ آخرت کی کوئی فکر ہے نہ رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ اور شوق۔

آئیے ہم بھی اللہ کے محبوب اور پسندیدہ کام دیکھیں جس پر چل کر ہم بھی اللہ کے محبوب بن سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو اور کامیاب و کامراں

---

[1] صحیح الإسناد: صحیح الأدب المفرد باب جزاء الوالدین ح ۵ ۱۱/۹۔

ہو سکتے ہیں۔ سنیے:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا، قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ [1]

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کو سب سے محبوب اور پسندیدہ عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر صلوٰۃ پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت واطاعت کرنا، میں نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

ان ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ [2]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر صلوٰۃ ادا کرنا، انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا پھر کونسا، آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، انھوں نے کہا کہ میں نے دریافت کیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

---

[1] صحیح بخاری مواقیت الصلاۃ ۹ باب فضل الصلاۃ لوقتها ۵ ح ۵۲۷ والأدب ۷۸ باب البر والصلة ۱ ح ۵۹۷۰، صحیح مسلم الإیمان ۱ باب بیان کون الإیمان باللّٰه أفضل الأعمال ۳۶ ح ۱۳۹۔

[2] صحیح مسلم الإیمان ۱ باب کون الإیمان باللّٰه أفضل الأعمال ۳۶ ح ۱۳۷-۸۵۔

ان ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا:
قُلْتُ: یَانَبِیَّ اللّٰہِ! أَیُّ الأَعْمَالِ أَقْرَبُ إِلَی الْجَنَّۃِ قَالَ: اَلصَّلَاۃُ عَلٰی مَوَاقِیْتِھَا، قُلْتُ: وَمَاذَا یَانَبِیَّ اللّٰہِ! قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ، قُلْتُ: وَمَاذَا یَانَبِیَّ اللّٰہِ! قَالَ: اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ[1]

میں نے کہا اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) کونسا عمل جنت سے زیادہ قریب ہے؟ (یعنی کونسا عمل ایسا ہے جس کے کرنے سے آدمی جنت سے زیادہ قریب ہوسکتا ہے) آپ نے فرمایا وقت پر صلوٰۃ ادا کرنا، میں نے کہا اس کے بعد کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، میں نے کہا اس کے بعد کونسا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

أَفْضَلُ الأَعْمَالِ أَوِالْعَمَلِ اَلصَّلَاۃُ لِوَقْتِھَا، وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ[2]

سب سے افضل عمل وقت پر صلوٰۃ ادا کرنا اور والدین کی خدمت کرنا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الأَعْمَالِ اَلصَّلَاۃُ لِوَقْتِھَا، وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ، وَالْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ[3]

سب سے افضل عمل وقت پر صلوٰۃ ادا کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

---

[1] صحیح مسلم الإیمان ۱ باب کون الإیمان باللہ أفضل الأعمال ۳۶ ح ۱۳۸۔

[2] صحیح مسلم الإیمان ۱ باب ۳۶ ح ۱۴۰۔

[3] صحیح: صحیح الجامع ۱۰۹۵۔

قبیلۂ خثعم کے ایک شخص سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ. إِيمَانٌ بِاللّٰهِ، ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ، ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَأَبْغَضُ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ[۱]

اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل اللہ پر ایمان لانا ہے، پھر صلہ رحمی کرنا ہے، پھر بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کام اللہ کے ساتھ شرک کرنا، پھر رشتے ناطے کو کاٹنا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ جو کام اللہ رب العالمین کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں، ہم انھیں سے غفلت برتتے ہیں نہ تو صلوٰۃ کی پابندی ہے، نہ ماں باپ کی خدمت واطاعت ہے اور نہ شوقِ جہاد ہی ہے لیکن اس کے باوجود ہم اللہ کے محبوب ہونے اور اس کے انعام واکرام کے مستحق ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ یاد رکھیے جب تک ہم وہ کام نہیں کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں تب تک اللہ کے محبوب نہیں ہو سکتے اور عیش وعشرت کی زندگی اور عزت وناموری حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ افضل یا محبوب ترین عمل وقت پر صلوٰۃ ادا کرنا، پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ لیکن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں افضل ترین عمل ایمان باللہ، پھر جہاد، پھر حج کو قرار دیا گیا ہے۔ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایمان باللہ اور جہاد کو افضل عمل کہا گیا ہے۔ اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی قسم کے سوال کا آپ نے مختلف جواب کیونکر دیا ہے؟۔

---

[۱]۔ حسن: صحیح الجامع ۱۶۶۔

اس کے درج ذیل جوابات ہیں:

- سوال کرنے والوں کے احوال کے اعتبار سے آپ نے لوگوں کو مختلف جوابات دیئے ہیں. یعنی آپ نے ایک شخص کو ایسا جواب دیا جس کی اسے زیادہ ضرورت تھی اور دوسرے کو آپ نے اسی سوال کا وہ جواب دیا جس کی اس کو رغبت تھی اور ایک شخص کو آپ نے ایسا جواب دیا جو اس کے لیے زیادہ موزوں اور مناسب تھا۔
- زمانہ اور وقت کے لحاظ سے آپ نے ایک ہی سوال کا مختلف جواب دیا ہے۔ اس لیے کہ بعض اوقات میں بعض اعمال کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے اور وقت گذر جانے کے بعد اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔
- آپ کے جواب میں "أَفضَلُ یا أَحَبُّ" وغیرہ کا صیغہ اپنے اصلی باب اور معنیٰ میں نہیں مستعمل ہے جس سے اشکال پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ مطلق فضیلت کے معنیٰ میں ہے یا أفضل الأعمال کو من أفضل الأعمال کے معنیٰ میں لیا جائے۔ یعنی افضل عمل میں سے فلاں ہے اور فلاں ہے ایسی صورت میں اشکال نہیں پیدا ہوتا ہے۔

والدین کا حق سب پر مقدم ہے

اللہ اور رسول کے بعد تمام خویش واقارب اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں والدین کا مقام ومرتبہ سب سے بلند وبالا اور سب پر مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

«يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ۝» (البقرۃ ۲: ۲۱۵)

(اے پیغمبر!) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں (اور کن لوگوں پر خرچ کریں) تو کہہ دے جو کچھ تم خیر خیرات کے طور پر خرچ کرو تو ماں باپ اور ناطے والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں پر۔ اور جو بھلائی تم

کرو اللہ اس کو جانتا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

«كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝»

(البقرة ۲ : ۱۸۰)

تم کو حکم دیا جاتا ہے جب کوئی تم میں سے مرنے لگے اگر کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور عزیزوں کے لیے واجبی طور سے وصیت کرے، یہ ایک حق ہے پرہیزگاروں پر۔

پہلی آیت میں نفلی صدقات وخیرات کے مصارف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سارے قرابت داروں میں والدین کو سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ اور دوسری آیت کریمہ کے اندر وصیت میں سارے قرابت داروں میں والدین کو مقدم کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والدین کا مقام ومرتبہ سب سے بلند ہے۔

فائدہ: (۱) پہلی آیت کریمہ میں نفلی صدقہ کا بیان ہے ورنہ ماں باپ کو زکاۃ کا مال دینا جائز نہیں ہے۔

زکاۃ کے مصارف آٹھ ہیں جو منجانب اللہ متعین ہیں۔ (دیکھیے سورہ توبہ ۹ آیت ۶۰)

(۲) دوسری آیت میں وصیت کا یہ حکم ابتدا میں تھا۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے میراث کا حکم نازل فرمایا تو ورثہ کے حق میں وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ میراث کے نزول کے بعد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ [۱]

---

[۱] صحیح: صحیح سنن الترمذی الوصایا باب ماجاء لا وصیة لوارث ح ۱۷۲۱ – ۲۲۱۸ و ۱۷۲۲ – ۲۲۱۹، سنن أبی داؤد الوصایا باب ماجاء فی الوصیة للوارث ح ۲۸۵۳، صحیح سنن ابن ماجه الوصایا ۲۲ باب لا وصیة لوارث ح ۲۱۹۳ / ۲۷۱۳ و ۲۱۹۴ / ۲۷۱۴، إرواء الغلیل ۱۶۵۵۔

اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے۔ لہٰذا اب کسی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔

البتہ غیر وارث رشتہ داروں کے حق میں اب بھی وصیت جائز ہے۔ مگر وصیت کا یہ حق کل مال کے ایک تہائی (⅓) حصہ سے زیادہ کے لیے نہیں ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا:

اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ۔[1]

ایک تہائی کی اجازت ہے اور یہ بھی بہت ہے۔

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ أُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أَبُوكَ۔[2]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یارسول اللہ! میرے احسان اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے جواب دیا پھر تیرا باپ۔

---

[1] - صحیح بخاری الوصایا ۵۵ باب ۲ ح ۲۷۴۲ و باب ۳ ح ۲۷۴۳ و ۲۷۴۴۔

[2] - صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب من أحق بحسن الصحبة ۲ ح ۵۹۷۱،
صحیح مسلم البر والصلة ۴۵ باب بر الوالدین ۱ ح ۱-۲۵۴۸۔

ان ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ:

قَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللهِ! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبُوكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ[1]

ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا تیری ماں، پھر چوتھے مرتبہ فرمایا تیرا باپ، پھر تیرا قریبی رشتہ دار۔

بہز بن حکیم کے دادا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

يَارَسُولَ اللهِ! مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّكَ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ[2]

اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، میں نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، میں نے پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، میں نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا پھر اپنے باپ کے ساتھ پھر جو تیرے دوسرے قریب ترین رشتے دار ہیں ان کے ساتھ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے ایک عورت کے پاس پیغامِ نکاح دیا تو اس نے میرا پیغام منظور نہیں کیا اور ایک

---

[1] صحیح مسلم البر والصلة ۴۵ باب بر الوالدین اح ۲۔

[2] حسن: صحیح سنن الترمذی البر والصلة باب ماجاء فی بر الوالدین اح ۱۵۴۶-۱۹۷۶، سنن ابی داؤد الأدب باب فی بر الوالدین ۱۳۲ ح ۵۱۱۷، صحیح الأدب المفرد باب ۲ بر الأم ح ۳-۳۔ الإرواء ۸۳۷۔

دوسرے آدمی نے پیغام دیا تو اس سے نکاح کرنے پر راضی ہو گئی، اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ ایسی صورت میں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ انھوں نے دریافت کیا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کر اور جہاں تک ہو سکے اللہ کا تقرب حاصل کر۔ عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ نے اس کی ماں کی زندگی کے بارے میں کیوں دریافت فرمایا تھا؟ انھوں نے جواب دیا۔

إِنِّي لَا أَعْلَمُ عَمَلًا أَقْرَبَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بِرِّ الْوَالِدَةِ۔[1]

میں والدہ کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے زیادہ اللہ عزوجل سے قریب کرنے والا کوئی عمل نہیں جانتا ہوں۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِأُمَّهَاتِكُمْ ثَلَاثًا، إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِآبَائِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ[2]

اللہ تعالیٰ تمھاری ماؤں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے تین مرتبہ آپ نے یہ بات فرمائی، اللہ تعالیٰ تمھارے باپوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ تمھارے قریبی عزیزوں اور رشتے داروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہے۔

---

[1] صحیح: صحیح الأدب المفرد باب ۲ برالأم ۴/۴۰۔ الصحیحۃ ۶/۱۱۷ رقم ۲۷۹۹

[2] صحیح: صحیح سنن ابن ماجه الأدب ۳۳ باب برّ الوالدین ۱ح ۲۹۵۴، صحیح الجامع ۱۹۲۴، صحیح الأدب المفرد باب ۲۵۔ ۳۰ ح ۴۴ ۔ ۶۰ الصحیحۃ ۱۶۶۶۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العالمین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد ماں کا حق سب سے زیادہ اور سب پر مقدم ہے، باپ اور دوسرے قرابت داروں کے مقابلہ میں ماں کو تین گنا حق ہے کیونکہ ماں اولاد کے تعلق سے تین چیزوں میں بالکل منفرد ہے. حمل، ولادت اور رضاعت. باقی تربیتی امور میں باپ کے ساتھ شریک رہتی ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:

«وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ ۝» (لقمان ۳۱ : ۱۴)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے حق میں نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر (اپنے پیٹ میں) اٹھایا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹا۔

اور فرمایا:

«وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ»

(الأحقاف ۴۶ : ۱۵)

اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے. ماں نے تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ پلانا تیس مہینے میں پورا ہوتا ہے۔

یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ ماں سارے خویش واقارب اور رشتے داروں میں بچے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ مشقت اور تکلیف برداشت کرتی ہے. وقتِ حمل ہی سے مشقت اور تکلیف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے. نو مہینے تک بچہ کا بار گراں لیے پھرتی ہے، پھر وضع حمل کی ناقابلِ برداشت تکلیف سے دوچار ہوتی ہے اور بسا اوقات اسی عالم میں اپنی جان جان آفریں کے حوالہ کر دیتی ہے اور پھر جننے کے بعد بے پرواہ

نہیں ہو جاتی بلکہ اپنا خونِ جگر پلا کر بڑا کرتی ہے اور اس کی خاطر اپنا حسن و جمال تک کھو بیٹھتی ہے اور اپنے ہاتھوں سے اس کا بول و براز اور پیشاب و پاخانہ صاف کرتی ہے اور بچہ کے آرام و راحت کی خاطر اپنا سکھ چین بھول جاتی ہے۔ خود بھیگے ہوتے بستر پر بیٹھ کر جاڑے کی پوری رات گزار دیتی ہے لیکن بچہ کے لیے خشک اور آرام دہ بستر کا انتظام کرتی ہے۔

غرضیکہ جب بچہ آنکھیں کھولتا ہے تو ہر چیز سے عاجز اور ضعیف ہوتا ہے، اس کی ماں ہی اس کا سب کچھ ہاتھ، پیر، مُنہ، زبان، ناک اور کان ہوتی ہے۔ اس کو کسی چیز کا شعور اور اچھے برے کی تمیز اور نفع و نقصان کا احساس نہیں ہوتا ہے، سب کچھ اس کی ماں کرتی ہے۔ بخلاف اس کے باپ کا تعلق زیادہ تر کھلانے پلانے اور پہنانے اوڑھانے سے ہوتا ہے۔

لیکن افسوس! جب والدین اپنی قربانیوں کا صلہ اور مشقتوں کا ثمرہ دیکھنا چاہتے ہیں تو عقل و شعور کو پہنچنے اور بازوؤں میں طاقت و قوت آنے اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بعد وہی بچّے ماں باپ کے سارے احسانات کو فراموش کر کے ان کی تمام آرزوؤں اور تمناؤں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ اور ان کے احسانات کا بدلہ خدمت و اطاعت اور ادب و احترام اور دلجوئی و دلداری کے بجائے گالی گلوج، گستاخی اور بے مہری سے دیتے ہیں۔

عزیزو! اگر دنیا و آخرت کی کامیابی چاہتے ہو تو ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی اور کمی نہ کرو۔

اطاعتِ والدین طلاق کے معاملے میں

ماں باپ کی اطاعت کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر وہ رفیقۂ حیات کو طلاق دیکر الگ کرنے کا حکم دیں تب بھی ان کا حکم رد نہیں کیا جاسکتا۔ بشرطیکہ حق والدین کی جانب ہو اور بیوی قصوروار ہو۔

چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ كُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا، فَأَبَيْتُ، فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلِّقْهَا۔[1]

میری زوجیت میں ایک عورت تھی جس سے مجھے بے حد محبت تھی اور (میرے ابا) عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے نفرت تھی، ایک بار انھوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دیدو۔ لیکن محبت کی وجہ سے میں نے طلاق دینے سے انکار کیا، میرے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر میری شکایت کردی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم اس کو طلاق دیدو۔

ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں:

كَانَ رَجُلٌ مِّنَّا بَرًّا بِوَالِدَيْهِ فَأَمَرَاهُ أَوْ أَمَرَهُ أَحَدُهُمَا أَنْ يَّتَزَوَّجَ فَتَزَوَّجَ، فَوَقَعَ بَيْنَ أُمِّهِ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ شَرٌّ، وَوَافَقَهُ أَهْلُهُ، فَقَالَتْ لَهُ أُمُّهُ: طَلِّقْهَا، قَالَ: فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ أَنْ يُّطَلِّقَ امْرَأَتَهُ، وَاشْتَدَّ عَلَيْهِ أَنْ يَّعُقَّ أُمَّهُ، قَالَ: فَرَحَلَ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَصَّ عَلَيْهِ قِصَّتَهُ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ آمُرُكَ أَنْ تُطَلِّقَ امْرَأَتَكَ، وَلَا أَنْ تَعُقَّ أُمَّكَ، وَلٰكِنْ إِنْ شِئْتَ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثًا سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَحَافِظْ إِنْ شِئْتَ أَوْ

---

[1] حسن: سنن أبي داؤد الأدب باب فی برّ الوالدین ۱۳۲ ح ۵۱۱۶، صحیح سنن الترمذی الطلاق باب ماجاء فی الرجل یسأله أبوه أن یطلق امرأته ۱۳ ح ۹۵۰ – ۱۲۰۷، صحیح سنن ابن ماجه الطلاق ۱۰ باب الرجل یأمره أبوه بطلاق امرأته ۳۶ ح ۱۶۹۸۔

ضَيِّعْ، قَالَ: فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنَّهَا طَالِقٌ، فَرَجَعَ وَقَدْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ.[1]

ہم میں سے ایک آدمی اپنے والدین کا بڑا مطیع وفرمانبردار تھا، اس کے والدین نے یا دونوں میں سے کسی ایک نے اسے شادی کرنے کا حکم دیا تو اس نے شادی کرلی، پھر اس کی ماں اور اس کی بیوی میں اختلاف پیدا ہوگیا اور اس کی بیوی نے اس کی موافقت کی تو ماں نے اس سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اس پر بیوی کو طلاق دینا شاق گذرا اور اپنی ماں کی نافرمانی بھی دشوار ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ آدمی ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے اپنا واقعہ بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نہ تو تجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں اور نہ اپنی ماں کی نافرمانی کرنے کا۔ لیکن اگر تو چاہے تو میں تجھ سے ایک ایسی حدیث بیان کردوں جسے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ والدین جنت کے بہترین اور افضل دروازوں میں سے ہیں۔ اب اگر تو چاہے تو اس کی حفاظت کریا اسے ضائع کردے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے طلاق دی۔ پھر وہ واپس گیا اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بایں الفاظ روایت کی ہے:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ: إِنَّ أَبِي لَمْ يَزَلْ بِي حَتَّى زَوَّجَنِي، وَإِنَّهُ الْآنَ يَأْمُرُنِي بِطَلَاقِهَا، قَالَ مَا أَنَا بِالَّذِي آمُرُكَ أَنْ تَعُقَّ وَالِدَيْكَ، وَلَا بِالَّذِي آمُرُكَ أَنْ تُطَلِّقَ امْرَأَتَكَ، غَيْرَ أَنَّكَ إِنْ شِئْتَ

---

[1] صحیح: شرح السنۃ باب برّ الوالدین ح ۳۴۲۱، جامع ترمذی صحیح سنن الترمذی البر والصلۃ باب الفضل فی برّ الوالدین ۳ ح ۱۵۴۸ وقال حدیث صحیح، صحیح سنن ابن ماجہ الطلاق ۱۰ باب ۳۶ ح ۱۶۹۹، صحیح الجامع ۷۱۴۵۔

حَدَّثْتُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَحَافِظْ عَلٰى ذٰلِكَ الْبَابِ إِنْ شِئْتَ أَوْدَعْ، قَالَ: فَأَحْسِبُ عَطَاءً قَالَ: فَطَلَّقَهَا۔[1]

ایک شخص ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے والد ہمیشہ میرے پیچھے پڑے رہے یہاں تک کہ میری شادی کر دی، اور اب بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتے ہیں۔ ابودرداء نے کہا کہ میں تجھ کو نہ والدین کی نافرمانی کا حکم دیتا ہوں اور نہ بیوی کو طلاق دینے کا۔ البتہ اگر تو چاہے تو تجھ سے ایک حدیث بیان کر دوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔ پس اس کی حفاظت کر یا اس کو چھوڑ دے۔ راوی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ عطاء نے کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ:

أَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ، قَالَ: لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ، وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ... الحديث۔[2]

---

[1]۔ صحیح: الترغیب والترهیب البرّ والصلة باب الترغیب فی برّ الوالدین وصلتهما ح ۱۴، الصحیحة ۹۱۴۔

[2]۔ حسن: مسند أحمد ۲۳۸/۵، صحیح الترغیب والترهیب الصلاة ۵ باب الترهیب من ترک الصلاة تعمدًا ۲۰ ح ۵۶۷، إرواء الغلیل ۸۹/۷ رقم ۲۰۲۶ علامہ البانی نے ارواء الغلیل میں متعدد طرق نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وجملة القول أن الحدیث بهذه الطرق والشواهد صحیح بلاریب۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ان طرق اور شواہد کی بنا پر بلاشبہ صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی، آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تجھے قتل کردیا جائے یا نذرِ آتش کردیا جائے اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھے اپنی بیوی اور اپنے مال سے نکل جانے کا حکم دیں۔

ان ہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا:

أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! عَلِّمْنِي عَمَلًا إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَقَالَ: لَاتُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئًا وَإِنْ عُذِّبْتَ وَحُرِّقْتَ، أَطِعْ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَخْرَجَاكَ مِنْ مَالِكَ، وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ هُوَلَكَ، وَلَا تَتْرُكِ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا، فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ[1] .... الحديث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے ایسا کام بتادیجیے جس پر میں عمل کرکے جنت میں داخل ہوجاؤں۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے عذاب دیا جائے اور جلا دیا جائے۔ اپنے ماں باپ کی اطاعت کر اگرچہ وہ تجھے تیرے مال سے اور تیری مملوکہ ہر چیز سے نکال کر باہر کردیں۔ اور قصداً صلوٰۃ کو نہ چھوڑ کیونکہ جو جان بوجھ کر صلوٰۃ کو چھوڑے گا اس سے اللہ کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی۔

امیمہ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

كُنْتُ أَصُبُّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ، فَدَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ: أَوْصِنِي، فَقَالَ: لَاتُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئًا، وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ بِالنَّارِ، وَلَا تَعْصِ وَالِدَيْكَ، وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ

---

[1] حسن: صحیح الترغیب الصلوٰۃ ۵ باب الترهيب من ترك الصلوٰة تعمدًا ۴۰ ح ۵۶۶۔

تَخْلَّی مِنْ أَهْلِكَ وَدُنْيَاكَ فَتَخَلَّ ، وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مُتَعَمِّدًا ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ ... الحديث[1]

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروا رہی تھی۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے بوٹی بوٹی کر دیا جائے اور آگ میں جلا دیا جائے۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر، اور اگر وہ تجھے اپنی بیوی اور اپنی دنیا کو چھوڑنے کا حکم دیں تو انھیں چھوڑ دے۔ اور شراب کبھی بھی نہ پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے، اور جان بوجھ کر صلوٰۃ مت چھوڑنا اس لیے کہ جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کی اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

خدمتِ والدین جہاد سے افضل ہے

اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ کارزار میں نکلنا اور جامِ شہادت نوش کرنا مومن کی سب سے بڑی سعادت اور کامیابی ہے ؎

مرے شہید ہے مارے تو پھر وہ غازی ہے
یہ راہ وہ ہے کہ دونوں میں سرفرازی ہے

لیکن بعض مواقع پر جب اسلام کو دشمنانِ اسلام سے زیادہ خطرہ نہ ہو اور سب کا نکلنا ضروری نہ ہو تو جہاد میں جانے سے افضل و بہتر ماں باپ کی خدمت ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

---

[1] - حسن : صحیح الترغیب الصلوٰۃ ۵ باب الترهيب من ترك الصلوٰة تعمداً ۴۰ ح ۵۶۸۔

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ ؟ قَالَ : اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا ، قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : بِرُّ الْوَالِدَيْنِ ، قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : اَلْجِهَادُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ [۱]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر صلوٰۃ پڑھنا، میں نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت واطاعت کرنا، میں نے پوچھا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

معاویہ بن جاہمہ سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ جاہمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ ، وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيْرُكَ ، فَقَالَ : هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا . [۲]

اے اللہ کے رسول! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ سے مشورہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں، آپ نے دریافت فرمایا کیا تمھاری ماں زندہ ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا ماں کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت ماں کے دونوں پیروں کے نیچے ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے کہا کہ:

---

[۱] ۔ صحیح بخاری مواقیت الصلوٰۃ ۹ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا ۵ ح ۵۲۷، الأدب ۷۸ باب البرّ والصلۃ ۱ ح ۵۹۷۰، صحیح مسلم الإیمان باب بیان کون الإیمان باللّٰہ أفضل الأعمال ۳۶ ح ۱۳۹۔

[۲] ۔ حسن صحیح : صحیح سنن نسائی الجھاد ۲۵ باب الرخصۃ فی التخلف لمن لہ والدۃ ۶ ح ۲۹۰۸، إرواء الغلیل ۱۱۹۹۔

أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ، أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ، قَالَ: فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟ قَالَ نَعَمْ. بَلْ كِلَاهُمَا. قَالَ: فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا.[1]

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ہجرت وجہاد پر آپ سے بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طالب ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمھارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، ماں باپ دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا واقعی اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہو۔ اس نے کہا ہاں، تو آپ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کی خدمت میں رہ کر ان کے ساتھ احسان وسلوک کرو۔

ان ہی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ.[2]

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، آپ نے پوچھا کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا ان کے پاس رہ کر ان کی خدمت کرو تمھارے لیے یہی جہاد ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اگر والدین مسلمان ہیں تو بغیر ان کی اجازت کے جہاد کرنا حرام ہے، کیونکہ خدمتِ والدین فرضِ عین ہے اور جہاد فرضِ کفایہ۔ لیکن جب اسلام خطرہ میں ہو اور مجاہدین کی زیادہ ضرورت ہو تو اجازت

---

[1] صحیح مسلم البرّ والصلۃ ۴۵ باب برّ الوالدین ۱ح ۶۔

[2] صحیح بخاری الجہاد ۵۶ باب الجہاد بإذن الأبوین ۱۳۸ ح ۳۰۰۴، صحیح مسلم البرّ والصلۃ ۴۵ باب برّ الوالدین ۱ح ۵۔

کی ضرورت نہیں ہے[1]

والدین کی اجازت کے بغیر ہجرت کرنا جائز نہیں

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟ قَالَ: أَبَوَايَ، فَقَالَ: أَذِنَا لَكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: إِرْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا.[2]

ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کیا یمن میں تمھارا کوئی ہے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ ہیں، آپ نے پوچھا انھوں نے تمھیں ہجرت کی اجازت دی ہے؟ عرض کیا نہیں، تو آپ نے فرمایا ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت لو، اگر اجازت دیدیں تو جہاد کرو، ورنہ ان کی خدمت میں لگے رہو۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي جِئْتُكَ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَقَدْ تَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، قَالَ: إِرْجِعْ إِلَيْهِمَا، فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا.[3]

---

[1]- فتح الباری ١٤٠/٦-

[2]- صحیح: سنن أبی داؤد الجهاد باب الرجل يغزو وأبواه كارهان ح ٢٥١٣ مسند أحمد ٧٥/٣، صحيح الجامع ٨٩٢، إرواء الغليل ١١٩٩-

[3]- صحیح: صحيح سنن نسائی البيعة ٣٩ باب البيعة على الهجرة ١٠ ح ٣٨٨١، سنن أبی داؤد الجهاد باب الرجل يغزو وأبواه كارهان ح ٢٥١١، صحيح سنن ابن ماجه الجهاد ٢٤ باب ١٢ ح ٢٢٤٢، مسند أحمد ١٦٠/٢، ١٩٤، ١٩٨، إرواء الغليل ١١٩٩-

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: کہ میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، لیکن ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا ان کے پاس واپس جاؤ اور جیسے رلایا ہے ویسے ہی ہنسا کر انھیں خوش کرو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جہاد کرنا اور اللہ کے دین پر مکمل عمل داری کے لیے ترک وطن کرنا کتنا اونچا مقام ہے پھر بھی والدین کی اجازت کے بغیر اس کے لیے نکلنا اور سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن افسوس آج اگر والدین غلط جگہوں اور برے مقامات پر یعنی میلوں اور ناچ گانے کی محفلوں اور سنیما ہالوں میں جانے سے منع کرتے ہیں تو ہم ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے اور ان کے حکموں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔

یاد رکھیے! یہ چیزیں باعثِ ہلاکت و بربادی ہیں۔ والدین کے صحیح مقام کو پہچانیے اور دنیا و آخرت کو سنوارنے کے لیے ان کی اطاعت اور خدمت میں لگے رہیے۔

اولاد کے مال میں والدین کا حق

والدین کا جو مرتبہ اور مقام ہے اس کا تقاضا ہے کہ ان کی ہر طرح سے دلجوئی کی جائے۔ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے، ان کی خدمت کی جائے، ان پر اپنا مال خرچ کیا جائے۔ اسی لیے والدین کی روزی و روٹی کی خاطر محنت و مشقت کو "فی سبیل اللہ" قرار دیا گیا ہے۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ عَلَىٰ وُلْدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ عَلَىٰ أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ عَلَىٰ نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِي

سَبِيلِ اللّٰهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ رِيَاءً وَّمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ[1]

اگر کوئی اپنے چھوٹے بچوں کی روزی کے لیے سعی وکوشش میں نکلا ہو تو وہ گویا اللہ کے راستہ میں نکلا ہے اور اگر کوئی اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کے لیے دوڑ دھوپ میں لگا ہو تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں لگا ہے اور اگر کوئی اپنی گذر اوقات کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہے تاکہ اسے لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر کوئی نام ونمود اور فخر ومباہات کے لیے کوشاں ہے تو وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

اس حدیث میں والدین پر مال خرچ کرنے کے لیے جدّوجہد کر کے مال ودولت حاصل کرنے کی فضیلت "فی سبیل اللہ" کہہ کر بیان کی گئی ہے اور دوسری حدیث میں ضرورت مند والدین کو اولاد کے مال میں سے زبردستی لینے کی اجازت دی گئی ہے اور اولاد کے مال کو آدمی کا اپنا مال قرار دیا گیا ہے۔

عمارہ بن عمیر اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میری گود میں ایک بچہ ہے، کیا میں اس کے مال میں سے کھا سکتی ہوں؟ تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ[2]

بے شک سب سے پاکیزہ اور بہتر کھانا جو آدمی کھائے اس کی کمائی ہے اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے۔

---

[1] صحیح: صحیح الجامع ۱۴۲۸، الصحیحۃ ۲۲۳۲۔

[2] حسن: سنن أبی داؤد الإجارۃ باب الرجل یاکل من مال ولدہ ۴۴ ح ۳۵۱۱، سنن نسائی مع التعلیقات السلفیۃ البیوع باب الحث علی الکسب ح ۴۴۵۴ تا ۴۴۵۷، إرواء الغلیل ج ۳ رقم ۸۳۸، مسند أحمد ۶/ ۳۱، ۴۲، ۱۲۷، ۱۹۳، ۲۲۰۔

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ وَالِدِي يُرِيدُ أَنْ يَجْتَاحَ مَالِي، قَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ، إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ، فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ [1]

ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: میرے پاس مال اور اولاد ہیں اور میرے والد چاہتے ہیں کہ میرا مال ختم کر دیں، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہیں۔ یقیناً تمھاری اولاد تمھاری بہترین کمائی میں سے ہے۔ لہٰذا تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ أَبِي يُرِيدُ أَنْ يَجْتَاحَ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ [2]

ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! بے شک میرے پاس مال ہے اور اولاد ہیں۔ اور میرے باپ چاہتے ہیں کہ میرا مال ختم کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہیں۔

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ وَإِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ [3]

---

[1] صحیح: صحیح سنن ابن ماجه ۱۸۵۶/۲۲۹۲، سنن أبي داؤد الإجارة باب ۴۴ ح ۳۵۱۳، إرواء الغليل ج ۳ رقم ۸۳۸، صحيح الجامع ۱۴۸۷۔

[2] صحیح: صحيح سنن ابن ماجه ۱۸۵۵/۲۲۹۱۔ إرواء الغليل ۸۳۸ و ۱۶۲۵۔

[3] صحیح: صحيح سنن ابن ماجه ۱۸۵۴۔ ۲۲۹۰، إرواء الغليل ج ۶ رقم ۱۶۲۶، صحيح الجامع ۱۵۶۶۔

بے شک سب سے پاکیزہ اور بہتر کھانا جو تم کھاؤ وہ تمھاری کمائی ہے اور تمھاری اولاد تمھاری کمائی میں سے ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے :

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعْدِي عَلَى وَالِدِهِ، قَالَ : إِنَّهُ أَخَذَ مَالِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ مِنْ كَسْبِ أَبِيكَ [1]

ایک آدمی اپنے والد کے ظلم وزیادتی کی شکایت لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد نے میرا مال لے لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ تو اپنے باپ کی کمائی میں سے ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد (بیٹا یا بیٹی) مالدار ہے اور ماں باپ غریب و محتاج اور ضعیف و کمزور ہیں تو اولاد پر ضروری ہے کہ وہ ماں باپ کی خبر گیری اور ان کی مالی امداد کریں کیونکہ جب ہم کسی قابل نہیں تھے تو انھوں نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے ہم کو کھلایا پلایا، پڑھایا لکھایا اور ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچا کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمیں کمانے کے لائق بنایا تو آج اگر وہ کمزور اور ہماری خدمت اور نگہداشت کے محتاج ہو گئے ہیں تو ہمیں اپنے مال سے ان کے کھانے پینے رہنے سہنے اور لباس و پوشاک کا انتظام کرنا چاہیے اور اپنی جان چھڑانے کے لیے انھیں آشرموں اور لاوارث ٹھکانوں (OLD HOUSES) کے حوالہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ فرمانِ الٰہی ہے :

«هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝» (الرحمٰن ۵۵ : ۶۰)

یعنی احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔

اولاد کے ترکہ میں ماں باپ کا حصہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے "یقین" سے تعبیر کیا ہے مگر انسانی علم وادراک اور عقل و بصیرت اس کے

---

[1] حسن : الصحیحة ۱۵۴۸، صحیح الجامع ۱۳۳۱۔

وقت کے جاننے سے قاصر ہے۔ عموماً انسان اس غفلت میں رہتا ہے کہ ہم دنیا میں ایک لمبی عمر گذار کر اور باپ دادا بن کر آخرت کے لیے رختِ سفر باندھیں گے اور موت جیسی یقینی چیز سے دوچار ہوں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہم کرتے رہتے ہیں کہ کوئی پیدائش سے پہلے شکمِ مادر ہی میں، کوئی پیدائش کے بعد بچپن میں، کوئی جوانی میں، کوئی بڑھاپے میں موت سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کا بھی مشاہدہ ہے کہ باپ اور دادا ابھی باحیات ہوتے ہیں اور بیٹے اور پوتے ان سے پہلے موت کا جام پی کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

جس طرح سے باپ اور ماں کے "ترکہ" میں ان کی اولاد اور دیگر متعلقین کا حصّہ شریعت کی طرف سے مقرر ہے اسی طرح صاحبِ مال اولاد اگر ماں باپ سے پہلے مر جائے تو اس کے متروکہ مال میں ماں اور باپ کا بھی حصّہ ہے، حصّوں اور حصّہ داروں کی پوری تفصیل "علم فرائض" کی کتابوں میں موجود ہے لیکن ذیل میں اولاد کے "ترکہ" میں ماں اور باپ کے حصّے کی قدرے تفصیل بیان کی جا رہی ہے تاکہ اس کی روشنی میں اولاد کے مرنے کے بعد ماں باپ کو ان کا جائز اور صحیح حق مل سکے۔

ترکہ میں ماں کا حصّہ اور اس کی تفصیلات:

اولاد کے ترکہ میں حصّہ داری کی بابت ماں کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

پہلی حالت: پہلی حالت یہ ہے کہ ماں اولاد کے ترکہ میں سے $\frac{1}{3}$ حصّہ کی مستحق ہوتی ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب درج ذیل تین شرطیں پائی جائیں گی۔

١۔ میّت کی فرع وارث (یعنی میّت کی صلبی اولاد یا بیٹے کی اولاد پوتا پوتی یا اس سے نیچے درجہ میں بیٹوں کی اولاد) موجود نہ ہو۔

٢۔ میّت کے بھائی، بہنوں (خواہ سگے ہوں یا علاتی (١) یا اخیافی، وارث ہوں یا محجوب (٢) صرف بھائی یا بہن ہوں یا بہن و بھائی دونوں ہوں) میں

---

(١) علاتی ان بھائی بہنوں کو کہا جاتا ہے جن کا باپ ایک ہو اور ماں الگ الگ ہوں، اور اخیافی ان کو کہا جاتا ہے جن کی ماں ایک ہو باپ الگ الگ ہوں۔

(٢) محجوب ہونے کے باوجود ماں کو $\frac{1}{6}$ حصّہ پانے سے روکنے کا یہ قول جمہور کا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ محجوب ہونے کی صورت میں یہ ثلث لینے سے مانع نہیں ہوں گے۔

سے دو (۱) یا اس سے زیادہ موجود نہ ہوں۔

۳۔ وہ مسئلہ دو عمری مسئلوں میں سے نہ ہو۔

درج ذیل مسئلوں کو عمری مسئلہ (۲) کہا جاتا ہے:

(الف)	(ب)
شوہر	بیوی (ایک ہو یا ایک سے زائد)
ماں	ماں
باپ	باپ

یعنی میت کے وارثین میں سے صرف والدین اور شوہر یا والدین اور بیوی ہوں۔

دوسری حالت: ماں کی دوسری حالت یہ ہے کہ ماں کے ساتھ میت کی فرع وارث یا اس کے بہن بھائیوں (اوپر گذری ہوئی تفصیل کے ساتھ) میں سے دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں اس صورت میں ماں کو $\frac{1}{6}$ حصہ ملتا ہے۔

تیسری حالت: ماں کی تیسری حالت یہ ہے کہ ماں کے ساتھ صرف میت کا باپ اور میت کی بیوی یا شوہر ہو اسی کو مسئلہ عمریہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس حالت میں ماں کو شوہر یا بیوی میں سے موجود شخص کا حصہ دینے کے بعد باقی مال کا $\frac{1}{3}$ حصہ اور بقیہ $\frac{2}{3}$ حصہ باپ کو دیا جائے گا۔ (۳) جیسے زید بارہ لاکھ روپئے چھوڑ کر دنیا سے رحلت کر گیا اور اس کے اقربا میں صرف ایک عدد بیوی اور والدین ہیں۔ تو بیوی کو ترکہ کا $\frac{1}{4}$ حصہ یعنی ۳ لاکھ اور ماں کو بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کا $\frac{1}{3}$ حصہ یعنی ۳ لاکھ (بارہ لاکھ میں سے بیوی کا حصہ تین لاکھ نکالنے کے بعد نو لاکھ بچتا ہے اور نو لاکھ کا $\frac{1}{3}$ حصہ تین لاکھ ہوگا) بقیہ چھ لاکھ باپ کو دے دیا جائے گا۔

---

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کم سے کم تین ہوں تو ماں کو ثلث نہیں ملے گا۔ دو ہونے کی صورت میں ماں کو ثلث مل سکتا ہے۔

(۲) اس مسئلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۳) یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، قاضی شریح اور داؤد ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ اس حالت میں بھی ماں کو پورے مال کا $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔ دونوں اقوال کے دلائل اور ترجیح سے متعلق فرائض کی مطول کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے یہاں ہم نے صرف راجح پر اکتفا کیا ہے۔

باپ کا حصّہ : باپ کی تین حالتیں ہیں :

پہلی حالت : پہلی حالت یہ ہے کہ باپ کے ساتھ میّت کے ورثہ میں سے فرع وارث مذکّر (یعنی میّت کا بیٹا، پوتا اور اس سے نیچے درجہ کا مذکر) ہو، اس صورت میں باپ کو ترکہ کا $\frac{1}{6}$ حصّہ ملتا ہے۔

دوسری حالت : دوسری حالت یہ ہے کہ باپ کے ساتھ میّت کے ورثہ میں سے فرع وارث مؤنث (یعنی میّت کی بیٹی، پوتی، یا اس سے نیچے درجہ کی مؤنث) ہو۔ اس صورت میں باپ کو $\frac{1}{6}$ حصّہ بحیثیت فرض اور جن ورثہ کے حصّے کتاب وسنّت میں متعین ہیں انھیں ان کے حصے دینے کے بعد باقی مال بحیثیت عصبہ کے دیا جائے گا جیسے درج ذیل مسئلہ میں :

بیوی	$\frac{1}{8}$
بیٹی	$\frac{1}{2}$
باپ	$\frac{1}{6}$ + باقی

اگر ترکہ چوبیس لاکھ فرض کرلیا جائے تو بیوی کو تین لاکھ، بیٹی کو بارہ لاکھ اور باپ کو چار لاکھ بحیثیت فرض اور باقی ماندہ پانچ لاکھ بحیثیت عصبہ۔ اس طرح اس کا جملہ حصّہ نو لاکھ ہو جائے گا۔

تیسری حالت : باپ کی تیسری حالت یہ ہے کہ باپ کے ساتھ میّت کے ورثہ میں سے فرع وارث (میّت کی صلبی اولاد یا پوتا، پوتی یا اس سے نیچے مذکر کی اولاد) موجود نہ ہو۔ اس صورت میں باپ کو دوسرے ورثہ کا متعین حصّہ دینے کے بعد صرف باقی ماندہ مال دیا جائے گا۔

باپ کے لیے اولاد سے اپنا عطیہ واپس لینا جائز ہے

کسی کو مال ہبہ کرکے یا عطیہ اور ہدیہ دے کر واپس لینا شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں ناجائز اور حرام ہے۔

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَقِيْئُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ [1]

مال ہبہ کر کے واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر دوبارہ اپنے قے کو کھا جاتا ہے۔

اور ان ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، اَلَّذِیْ يَعُوْدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِیْ قَيْئِهٖ [2]

ہم مسلمانوں کے لیے بری مثال نہیں ہے جو شخص اپنا عطیہ واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے دوبارہ اسے کھاتا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِثْلَ الَّذِیْ يَعُوْدُ فِیْ عَطِيَّتِهٖ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ أَكَلَ حَتّٰى إِذَا شَبِعَ قَاءَ، ثُمَّ عَادَ فِیْ قَيْئِهٖ فَأَكَلَهٗ [3]

بے شک اس شخص کی مثال جو عطیہ دے کر واپس لیتا ہے اس کتے کے مثل ہے جو آسودگی کے ساتھ کھا کر قے کر دیتا ہے پھر دوبارہ اپنے قے کو کھاتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری الهبة ۵۱ باب هبة الرجل لإمراته والمرأة لزوجها ۱۴ ح ۲۵۸۹، وباب ۳۰ ح ۲۶۲۱، صحیح مسلم الهبات ۲۴ باب تحريم الرجوع فی الصدقة والهبة بعد القبض الا ما وهبه لولده وإن سفل ۲ ح ۵ - ۱۶۲۲۔

[2] صحیح بخاری الهبة باب لا يحل لاحد أن يرجع فی هبته وصدقته ۳۰ ح ۲۶۲۲۔

[3] صحیح: صحیح سنن ابن ماجه الهبات ۱۴ باب فی الرجوع فی الهبة ۵ ح ۱۹۳۱/ ۲۳۸۴، إرواء الغليل ۱۶۲۲، الصحيحة ۱۶۹۹۔

مگر چونکہ والدین کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہے اور اولاد باپ کی کمائی میں سے ہے اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس عام حکم سے باپ کو مستثنیٰ کر دیا ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد کو کوئی ہبہ یا عطیہ دے کر واپس لینا چاہے تو جائز ہے، چنانچہ

ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم مرفوعًا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يُّعْطِيَ الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ[1]

کسی شخص کے لیے یہ جائز اور حلال نہیں کہ وہ کوئی عطیہ دے پھر اسے واپس لے سوائے باپ کے جو اپنی اولاد کو دے۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا يَرْجِعُ أَحَدُكُمْ فِي هِبَتِهِ، إِلَّا الْوَالِدَ مِنْ وَلَدِهِ[2]

کوئی شخص اپنی ہبہ کردہ چیز کو واپس نہ لے، سوائے باپ کے کہ وہ اپنی اولاد سے اپنا عطیہ واپس لے سکتا ہے۔

والدین کی طرف سے صدقہ وخیرات

والدین کے انتقال کے بعد اولاد کا ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنا، ان کی نذر کو پورا کرنا، ان کی طرف سے حج کرنا، ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا والدین

---

[1] صحیح : صحیح سنن ابن ماجه الهبات ۱۴ باب من أعطى ولده ثم رجع فیه ۲ ح ۱۹۲۴/ ۲۳۷۷، إرواء الغلیل ۱۶۲۴۔

[2] حسن صحیح : صحیح سنن ابن ماجه الهبات ۱۴ باب ۲ ح ۱۹۲۵/ ۲۳۷۸، صحیح الجامع ۷۶۸۶۔

کے لیے مفید اور سود مند ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

إِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ[1]

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے، اور میرا خیال ہے کہ اگر ان کو بات کرنے کا موقع ملا ہوتا تو وہ صدقہ کرتیں، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالاً وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ[2]

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور انھوں نے کچھ مال چھوڑا ہے مگر کوئی وصیت نہیں کی ہے، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کا گناہ مٹ سکتا ہے؟

---

[1] صحیح بخاری الجنائز ۲۳ باب موت الفجاءة ۹۵ ح ۱۳۸۸ والوصایا ۵۵ باب مایستحب لمن توفی فجاءة أن یتصدقوا عنه، وقضاء النذور عن المیت ۱۹ ح ۲۷۶۰، صحیح مسلم الزکاة ۱۲ باب وصول ثواب الصدقة عن المیت إلیه ۱۵ ح ۵۱-۱۰۰۴۔

[2] صحیح: صحیح سنن ابن ماجه الوصایا ۲۲ باب من مات ولم یوص هل یتصدق عنه ح ۲۱۹۶/۲۷۱۶، أحکام الجنائز ص ۲۱۸۔

آپ نے فرمایا، ہاں۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ، وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا[1]

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور وہ موجود نہیں تھے، تو انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! میری غیر موجودگی میں میری ماں کا انتقال ہوگیا تو اگر میں ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا ان کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا، ہاں، انھوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا پھلدار باغ ان پر صدقہ ہے۔

اور ان ہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِهِ أَكَانَ يُؤَدِّي ذٰلِكَ عَنْهَا؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ: فَصُومِي عَنْ أُمِّكِ[2]

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا، یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہوگیا اور ان کے ذمہ نذر کا صوم تھا، تو کیا میں ان کی طرف سے صوم رکھ دوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تمھاری ماں کے ذمہ قرض

---

[1] صحيح بخاري الوصايا ۵۵ باب إذا قال أرضي أو بستاني صدقة لله عن أمي فهو جائز ۱۵ ح ۲۷۵۶ و باب الإشهاد في الوقف والصدقة ۲۰ ح ۲۷۶۲۔

[2] صحيح مسلم الصيام ۱۳ باب قضاء الصيام عن الميت ۲۷ ح ۱۵۴-۱۱۴۸۔

ہوتا اور، تو اسے ادا کر دیتی تو کیا اس کی طرف سے ادائیگی ہو جاتی ؟ اس عورت نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا تب تو اپنی ماں کی طرف سے صوم رکھ لے۔

یہی ابن عباس کہتے ہیں :

أَنَّ امْرَأَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ، إِنِ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ أَنْجَاهَا أَنْ تَصُومَ شَهْرًا، فَأَنْجَاهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، فَلَمْ تَصُمْ حَتَّىٰ مَاتَتْ، فَجَاءَتْ قَرَابَةٌ لَهَا (إِمَّا أُخْتُهَا أَوِ ابْنَتُهَا) إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ : أَرَأَيْتِكِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ كُنْتِ تَقْضِينَهُ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَ : فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَىٰ، فَاقْضِي عَنْ أُمِّكِ[1]

ایک عورت نے سمندر کا سفر کیا تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دی تو وہ ایک مہینہ کا صوم رکھے گی۔ اللہ عزوجل نے اسے نجات دے دی۔ وہ صوم نہ رکھ سکی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کی بہن یا اس کی لڑکی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ اگر تمھاری ماں کے ذمہ کوئی قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا کرتی ؟ اس نے کہا، ہاں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے لہذا تو اپنی ماں کی طرف سے نذر پوری کر دے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے :

أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَوْصَىٰ أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً، وَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ، قَالَ : حَتَّىٰ أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :

---

[1] صحیح : أحکام الجنائز ص ۲۱۴ بحوالہ سنن أبی داؤد ونسائی وغیرہ۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ أَبِي أَوْصٰى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ ، وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ ، وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ ، أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهُ لَوْكَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ ، أَوْحَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ [1]

عاص بن وائل سہمی نے اس بات کی وصیت کی کہ ان کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں، ان کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کیے اور ان کے دوسرے بیٹے عمرو رضی اللہ عنہ نے باقی پچاس غلام آزاد کرنا چاہا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کے بعد آزاد کروں گا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، ہشام نے پچاس غلام ان کی طرف سے آزاد کردیے اور اب پچاس غلام کی آزادی باقی ہے کیا میں ان کی طرف سے آزاد کردوں ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو ! اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ وخیرات کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اس کا ثواب اس کو ضرور پہنچتا۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے، ان کی نذر پوری کی جائے، یا ان کی طرف سے غلام آزاد کیا جائے تو اس کا اجر وثواب ان کو ملے گا۔ بشرطیکہ مسلمان رہے ہوں، کیونکہ بغیر ایمان کے آدمی کا خود اپنا کوئی عمل مفید نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا عمل ہو۔

لہٰذا صالح اولاد کو چاہیے کہ والدین کے نام پر صدقہ جاریہ کے طور پر مسجد، مدرسہ

---

[1] حسن : أحکام الجنائز ص ۲۱۸ بحوالہ سنن أبی داؤد وغیرہ۔

وغیرہ بنوادیں، اور دینی اور مذہبی کتابیں مثلاً قرآن کریم اور احادیث وغیرہ خرید کر بحق والدین مدارس و مساجد میں وقف کردیں۔ کیونکہ جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی ان کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔

بیٹے کے قصاص میں باپ کو نہیں قتل کیا جائے گا

شریعتِ اسلامیہ میں انسانی جان کی بڑی قدر و منزلت ہے اسی لیے اگر کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کردے تو مقتول کے ورثہ کو حق حاصل ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى»

(البقرة ۲ : ۱۷۸)

مسلمانو! جو لوگ تم میں مار ڈالے جائیں، ان کا برابر کا بدلہ تم پر فرض ہے۔

نیز ارشادِ ربانی ہے :

«وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○» (المائدة ۵ : ۴۵)

اور ہم نے تورات میں ان پر یہ فرض کیا کہ جان کے بدلے جان (لی جائے) اور آنکھ کے بدلے آنکھ (پھوڑی جائے) اور ناک کے بدلے ناک (کاٹی جائے) اور کان کے بدلے کان (تراشا جائے) اور دانت کے بدلے دانت (اکھاڑا جائے) اور زخموں کے بدلے زخم لگائے جائیں پھر جو کوئی (اپنا) بدلہ معاف کردے تو اس کے گناہ اتر جائیں گے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

لیکن اگر باپ اس قسم کی غلطی کا ارتکاب کرے اور اپنی اولاد کو قتل کردے

تو اس کے بدلے میں باپ کو نہیں قتل کیا جائے گا بلکہ اس کی طرف سے دیت (خون بہا) دی جائے گی کیونکہ باپ اولاد کے وجود کا ظاہری سبب ہے لہٰذا اولاد کو باپ کے عدم (موت) کا سبب بنانا اچھا نہیں ہے۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُقْتَلُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد کے بدلے باپ کو نہیں قتل کیا جائے گا۔

اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يُقْتَلُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ [2]

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ باپ کو اولاد کے بدلے میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

نہ باپ کا نام لینا چاہیے، نہ باپ سے پہلے بیٹھنا چاہیے اور نہ باپ کے آگے چلنا چاہیے

عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک سے کہا کہ یہ تمھارے کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے باپ ہیں، اس پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

لَا تُسَمِّهِ بِاسْمِهِ وَلَا تَمْشِ أَمَامَهُ وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهُ [3]۔

ان کا نام لے کر مت پکار، اور ان سے آگے مت چل اور ان سے پہلے مت بیٹھ۔

❀ ❀ ❀

---

[1]۔ صحیح: صحیح سنن ابن ماجہ ۲۱۵۶/۲۶۶۱، إرواء ۲۲۱۴۔

[2]۔ صحیح: صحیح سنن ابن ماجہ ۲۱۵۷/۲۶۶۲، إرواء ۲۲۱۴۔

[3]۔ صحیح الإسناد: صحیح الأدب المفرد باب ۱۸ ح ۳۲/۴۴

خدمت واطاعتِ والدین کے فیوض وبرکات

صلہ رحمی کی فضیلت اور قطع رحمی کی مذمّت

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ایک بدوی (دیہاتی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

أَخْبِرْنِي مَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ [1]

مجھے ایسی چیز کی خبر دیجیے جو مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کردے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، اور صلوٰۃ قائم کر، اور زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

---

[1] - صحیح بخاری الزکوٰۃ ۲۴ باب وجوب الزکوٰۃ اح ۱۳۹۶، صحیح مسلم الإيمان ۱ باب بيان الإيمان الذى يدخل به الجنة وأن من تمسك بما أمر اللّٰه به دخل الجنة ۴ ح ۱۲ - ۱۳ -

الْآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ [1]

جو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے رشتے ناطے جوڑنا چاہیے اور جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اچھی بات کہنی چاہیے یا چپ رہنا چاہیے۔

ان ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَطِبِ الْكَلَامَ، وَأَفْشِ السَّلَامَ، وَصِلِ الْأَرْحَامَ، وَصَلِّ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ [2]

لوگوں سے اچھے انداز میں کلام کر، اور سلام کو پھیلا، اور رشتے ناطے کو جوڑ، اور رات کو جب سارے لوگ سو رہے ہوں اٹھ کر صلوٰۃ تہجد ادا کر پھر سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

«الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ»

(البقرۃ ۲ : ۲۷)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اقرار کو پکا کر کے پھر اسے توڑ ڈالتے ہیں۔ اور جس کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو کاٹ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ یہی لوگ ٹوٹا اٹھائیں گے۔

اور فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب إکرام الضیف ۸۵ ح ۶۱۳۸۔

[2] صحیح: صحیح الجامع ۱۰۱۹، إرواء الغلیل ۷۷، مسند احمد ۲/۲۹۵، ۳۲۳، ۳۲۴، ۴۹۳، مستدرک حاکم ۴/۱۲۹ الأطعمة باب فضيلة إطعام الطعام۔

«وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۝» (الرعد ۱۳ : ۲۵)

اور جو لوگ اللہ سے پکا قول کر کے پھر اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور اللہ نے جس کے جوڑنے کا حکم دیا (مثلاً ناطہ جوڑنے کا) اس کو کاٹ ڈالتے ہیں (ناطے والوں سے بدسلوکی کرتے ہیں) اور ملک میں (ناحق) فساد کرتے ہیں۔ انہی لوگوں پر لعنت پڑیگی اور (رہنے کو) برا گھر ملے گا (یعنی دوزخ)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ، قَامَتِ الرَّحِمُ، فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهُ : مَهْ ! قَالَتْ : هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ ؛ قَالَ : أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ ؛ بَلٰى يَارَبِّ ! قَالَ فَذٰلِكَ، قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ : اِقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ «فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا أَرْحَامَكُمْ۝» (محمد ۴۷ : ۲۲)۔[۱]

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، جب اس سے فارغ ہوا تو ناطہ کھڑا ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ کی کمر پکڑ لی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا رک جا، اس نے کہا کیا یہ تجھ سے قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ جو تجھ کو جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھ کو کاٹے میں اس کو کاٹوں ؟ اس نے کہا ہاں کیوں نہیں پروردگار، تو اللہ نے فرمایا کہ یہ چیز

---

[۱] - صحیح بخاری التفسیر ۶۵- سورۃ محمد ۴۷ باب وتقطعوا أرحامکم اح ۴۸۳۰، صحیح مسلم البرّ والصلة والآداب ۴۵ باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها ۶ ح ۱۶- ۲۵۵۴-

تجھ کو حاصل ہوگی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو، تو اے منافقو! اگر تم (پیغمبر کا کہنا) نہ مانو (یا تم کو حکومت مل جائے) تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم ملک میں فساد مچاؤ گے اور رشتے ناطے توڑو گے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناطہ عرش کو پکڑے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ اس کو جوڑے گا اور جو مجھے کاٹے گا اللہ اس کو کاٹے گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ آخِذَةٌ بِحُجْزَةِ الرَّحْمٰنِ، تَصِلُ مَنْ وَصَلَهَا، وَتَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا.[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ناطہ ایک شاخ ہے، رحمٰن کی کمر کو پکڑے ہوئے ہے، جو اس ناطہ کو جوڑے گا وہ اس کو جوڑے گا اور جو اس کو کاٹے گا وہ اس کو کاٹے گا۔ یعنی رحم جس کے معنیٰ رشتہ ناطہ کے ہیں رحمٰن سے نکلا ہوا ہے یا رحمٰن سے اس طرح ملا ہوا ہے جیسے رگیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ

---

[1] صحیح مسلم البرّ والصلة والآداب ٤٥ باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها ٦ ح ١٧-٢٥٥٥۔

[2] حسن: مسند أحمد ١/٣٢١، صحیح الجامع ١٦٢٩ بروایت ابن عباس۔

تَبَارَكَ وَتَعَالیٰ : أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِي، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، میں نے ہی رشتے ناطے کو پیدا کیا ہے، اور اس سے اپنا نام مشتق کیا ہے، لہٰذا جو اس کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو اس کو کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔ یعنی رشتہ ناطہ کو اللہ تعالیٰ کا بہت قرب حاصل ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اور ناطہ والوں سے عمدہ سلوک وبرتاؤ اور احسان وبھلائی کرنا چاہیے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ رَجُلًا قَالَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً، أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ قَالَ : لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ، مَادُمْتَ عَلیٰ ذٰلِكَ.[2]

ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے قرابت دار ورشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ لوگ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں اور مجھ سے بدسلوکی اور بدمعاملگی کرتے ہیں اور میں ان سے درگذر کرتا ہوں، اور وہ مجھ سے نادانی کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو گویا تو ان کے مُنہ

---

[1] ۔ صحیح : صحیح سنن الترمذی أبواب البر والصلة باب ماجاء فی قطیعة الرحم ۹ ح ۱۵۵۷ – ۱۹۸۹ سنن أبی داؤد الزکوٰة ۳ باب فی صلة الرحم ۴۵ ح ۱۶۷۸، مسند أحمد ۱/۱۹۴ ح ۱۶۸۱، صحیح الأدب المفرد باب ۲۲ ح ۳۸/ ۵۳۔

[2] ۔ صحیح مسلم البرّ والصلة والآداب ۴۵ باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها ۶ ح ۲۲ – ۲۵۵۸، مسند أحمد ۲/ ۳۰۰، صحیح الأدب المفرد باب ۲۲ ح ۳۷/۵۲۔

پر خاک ڈالتا ہے۔ یعنی وہ ذلیل و خوار ہوں گے یا آخرت میں دوزخ کے عذاب میں گرفتار، ان کے مُنہ راکھ کی طرح ہوں گے۔ اور ہمیشہ تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار ہوگا جب تک تو اس صفت پر قائم رہے گا۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْئٌ أُطِيعَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِيهِ أَعْجَلَ ثَوَابًا مِنْ صِلَةِ الرَّحِمِ، وَلَيْسَ شَيْئٌ أَعْجَلَ عِقَابًا مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ، وَالْيَمِينُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کے کاموں میں صلہ رحمی سے زیادہ جلدی کسی چیز کا بدلہ نہیں ملتا اور ظلم اور قطع رحمی سے زیادہ جلدی کسی چیز کی سزا نہیں ملتی، اور جھوٹی قسم ملک کو خالی اور ویران بنا کے چھوڑتی ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُهُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ، وَالْخِيَانَةِ وَالْكِذْبِ، وَإِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا لَصِلَةُ الرَّحِمِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُوا فَجَرَةً، فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ، وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ، إِذَا تَوَاصَلُوا [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قطع رحمی، خیانت اور جھوٹ سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا آدمی کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دے دے اور

---

[1] صحيح : صحيح الجامع ٥٣٩١ بروايت أبو هريره، سلسلة الأحاديث الصحيحة ٩٧٨ ح ٢٦٩/٢ ، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٣٥/١٠، كتاب الأيمان باب ماجاء في اليمين الغموس -

[2] صحيح : صحيح الجامع ٥٧٠٥ بروايت أبوبكره -

ساتھ ہی آخرت کے لیے بھی اسے ذخیرہ بنا کر رکھے۔ اور اطاعت کے کاموں میں سب سے جلدی بدلہ صلہ رحمی کا ملتا ہے، یہاں تک کہ بعض گھر والے فاجر و بدکار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مال و اولاد میں زیادتی ہوتی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِثْنَانِ یُعَجِّلُھُمَا اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا: اَلْبَغْیُ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں دیدیتا ہے۔ (۱) ظلم و زیادتی (۲) والدین کی نافرمانی۔

ان احادیث میں صلہ رحمی کی بڑی فضیلت اور قطع رحمی کی بڑی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔ رحم سے وہ رشتے اور ناطے مراد ہیں جو نکاح کو حرام کرتے ہیں۔ اس میں سب محارم آگئے جیسے اولاد، ماں، باپ، بھائی، بہن، خالہ، پھوپھی، چچا، دادا، نانا، ماموں وغیرہ۔ ان سب کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں عزت و وقار، مال و اولاد اور دیگر کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے۔ اور ان کے ساتھ بدسلوکی، بدمعاملگی اور قطع تعلق سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ یہ آخرت کے عذاب کے ساتھ دنیا میں بھی سخت سزا کا باعث ہے۔

رضائے الٰہی رضائے والدین میں ہے

ماں باپ کا مرتبہ اتنا اونچا اور ان کا مقام اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی اور خوشنودی ان کی رضامندی پر موقوف رکھی ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] - صحیح: صحیح الجامع ۱۳۷ بروایت أبو بکرۃ - الصحیحۃ ۳/۱۱۲ رقم ۱۱۲۰۔

رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدِ، وَسُخْطُ الرَّبِّ فِی سُخْطِ الْوَالِدِ[1]

پروردگار کائنات کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

یہاں "والد" کا لفظ ماں اور باپ دونوں کو شامل ہے کیونکہ اولاد کے وجود میں بحکمِ الٰہی ماں اور باپ دونوں شامل ہیں۔ اور درج ذیل حدیث میں اس کی تفسیر صراحت کے ساتھ وارد ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رِضَا الرَّبِّ فِی رِضَا الْوَالِدَیْنِ، وَسُخْطُهُ فِی سُخْطِهِمَا[2]

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ماں باپ کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ان دونوں کی ناراضگی میں ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس نے ماں باپ کی خدمت واطاعت اور ان کی فرمانبرداری اور دلجوئی کر کے ان کو خوش کیا اس نے درحقیقت اللہ کی فرمانبرداری کی اور اس کو خوش کیا، اور جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی اور ان کو ناخوش کیا تو دراصل اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس کو ناخوش کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کی خدمت واطاعت اور رضاجوئی کا حکم دیا ہے۔ اور ان کی نافرمانی اور دل شکنی سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تسلیم کیا جائے گا تو وہ راضی اور خوش ہوگا اور اگر اس کا حکم پس پشت ڈال دیا جائے گا تو وہ غضبناک اور ناخوش

---

[1] صحیح: صحیح سنن الترمذی البرّ والصلۃ باب ماجاء فی الفضل فی رضاء الوالدین ۳ ح ۱۵۴۹ - ۱۹۷۹، صحیح الجامع ۳۵۰۶، الصحیحۃ ۵۱۶۔

[2] صحیح: صحیح الجامع ۳۵۰۷۔

ہو گا۔ پس رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ماں باپ کو خوش رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

والدین کے قدموں کے نیچے جنت ہے

معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ، وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ، فَقَالَ : هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَالْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا.[1]

جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں غزوہ (جہاد) کرنا چاہتا ہوں، لیکن آپ سے مشورہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا تمھاری ماں زندہ ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا ماں کی خدمت کو لازم پکڑو، کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

ایک دوسری روایت میں ان ہی معاویہ سے مروی ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا :

أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَشِيرُهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَكَ وَالِدَانِ ؟ قُلْتُ :

---

[1] - حسن صحیح : صحیح سنن النسائی الجهاد ۲۵ باب الرخصة فی التخلف لمن له والدة ح ۲۹۰۸ ، مسند احمد ۳/ ۴۲۹ ، إرواء الغليل ح ۱۱۹۹ ، صحیح الجامع ح ۱۲۴۹۔

نَعَمْ، قَالَ : فَالْزَمْهُمَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أَقْدَامِهِمَا۔ [1]

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لیے آیا، تو آپ نے دریافت فرمایا، کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں، تو آپ نے فرمایا، ان دونوں کی خدمت کو لازم پکڑو، کیونکہ جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔

معاویہ بن جاہمہ سلمی سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ، وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِرْجِعْ فَبِرَّهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخَرِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهَا فَبِرَّهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ أَمَامِهِ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ، أَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحَيَّةٌ أُمُّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ يَارَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: وَيْحَكَ، اِلْزَمْ رِجْلَهَا

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد البرّ والصلة ۳۴ باب ماجاء فی البرّ و حق الوالدین ۸/۱۴۰، ہیثمی نے کہا رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات، شیخ حمدی عبدالمجید سلفی نے کہا ہے رواہ أحمد ۳/۴۲۹، والنسائی ۶/۱۱ والبیہقی فی شعب الإیمان وصححہ الحاکم ۴/۱۵۱ ووافقہ الذہبی تبعًا للمنذری فی الترغیب ۵/۵ وقال المنذری عن حدیث جاھمة واسنادہ جید (تعلیق المعجم الکبیر ۲/۲۸۹)۔

فَثَمَّ الْجَنَّةُ۔[1]

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں اور اس سے اللہ کی رضا مندی اور آخرت کا گھر چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے، کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا، ہاں، آپ نے فرمایا واپس جا اور ان کی خدمت کر، پھر میں دوسری جانب سے آپ کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، اس سے اللہ کی خوشنودی اور آخرت کا ثواب چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا، اللہ تجھ پر رحم فرمائے، کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا ہاں اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا، تو واپس جا اور ان کی خدمت کر، پھر میں آپ کے سامنے آیا اور کہا یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ جہاد کرنا چاہتا ہوں اور اس سے رضائے الٰہی اور آخرت کا ثواب چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے، کیا تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے، اس کی خدمت کو لازم پکڑ اسی میں جنت ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ۔[2]

---

[1]۔ صحیح: صحیح سنن ابن ماجہ الجہاد ۲۴ باب الرجل یغزو ولہ أبوان ۱۲ ح ۲۲۴۱، صحیح الجامع ۱۲۴۸۔

[2]۔ صحیح: صحیح سنن ابن ماجہ الأدب ۳۳ باب برّ الوالدین اح ۲۹۵۵، شرح السنۃ باب برّ الوالدین اح ۳۴۲۲، مسند أحمد ۵/۱۹۶، صحیح سنن الترمذی البرّ والصلۃ باب الفضل فی رضاء الوالدین ۳ ح ۱۵۴۸ - ۱۹۷۸۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کا بہترین دروازہ ہے، (والد کی نافرمانی کرکے) چاہے اس دروازہ کو ضائع کردے یا (اس کی خدمت واطاعت کرکے) اس کی حفاظت کر۔

اس حدیث میں اولاد کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو والدین کے حقوق کی حفاظت کرے اور چاہے تو حقوق کو پامال کرکے انھیں ناراض رکھے بلکہ حقوق کی عدم حفاظت ورعایت پر زجر وتوبیخ کرکے حقوق کی حفاظت کی تاکید ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

«فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ» (الکھف ۱۸ : ۲۹)

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انھوں نے کہا:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَسَمِعْتُ فِيهَا قِرَاءَةً، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ، كَذٰلِكُمُ الْبِرُّ [1]

وَفِي رِوَايَةٍ نِمْتُ فَرَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ وَزَادَ "كَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ" [2]

---

[1] شرح السنۃ ۱۳/۷ باب بر الوالدین ح ۳۴۱۸۔

[2] صحیح: شرح السنۃ ۱۳/۷ باب بر الوالدین ح ۳۴۱۹، شعیب ارناؤوط نے کہا ہے یہ حدیث "مصنف" ۲۰۱۱۹ اور مسند احمد ۶/۱۵۱، ۱۵۲، ۱۶۶، ۱۶۷، جامع لابن وہب ۲۲ میں بھی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے ۲۰۸/۳ اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے (تعلیق شرح السنۃ) علامہ احمد حسن محدث دہلوی نے کہا ہے اخرجہ ایضاً الحاکم فی المستدرك وقال صحیح علی شرط الشیخین وأقرہ الذہبی وصححہ ایضاً فی السراج المنیر (تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ ۳۲۸/۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک قاری قرآن کی آواز سنی، میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ فرشتوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہیں (یہ سن کر صحابہ کو جاننے کا اشتیاق ہوا کہ یہ رتبۂ بلند ان کو کیونکر ملا؟ تو آپ نے سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا) نیکی کا یہی ثواب ہے۔ نیکی کا یہی صلہ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میں سویا تو میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا اور اس میں مزید اضافہ ہے کہ "حارثہ ماں کے ساتھ سب سے زیادہ بہتر سلوک کرنے والے اور ان کی خدمت کرنے والے تھے"۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ، قِيلَ: مَنْ يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، أَحَدَهُمَا أَوْكِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ[1]

اس کی ناک غبار آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اسکی ناک خاک آلود ہو (وہ ذلیل وخوار ہو) آپ سے پوچھا گیا یارسول اللہ! یہ بددعا کس کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بوڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہیں ہوا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت واطاعت اور ان کی رضاجوئی دخول جنت کے اسباب ووسائل میں سے ایک اہم وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ ان کی خدمت واطاعت اور ان کے ساتھ عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آنے سے جنت کے عالیشان محلوں میں دائمی اور ابدی ٹھکانا ملے گا۔ جس میں راحت ہی راحت ہے،

---

[1] - صحيح مسلم البرّ والصلة والآداب باب رغم أنف من أدرك أبويه أوأحدهما عند الكبر، فلم يدخل الجنة ۳ ح ۱۰-۲۵۵۱، مسند أحمد ۲/ ۳۴۶-

جیساکہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نہ باشد

پس دنیا کی رونقوں اور دلفریبیوں میں پڑ کر جنت جیسی نعمت بھری جگہ سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

خدمتِ والدین گناہوں کا کفارہ ہے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

اِنَّ رَجُلًا أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّیْ أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا، فَھَلْ لِیْ تَوْبَۃٌ ؟ قَالَ : ھَلْ لَکَ مِنْ أُمٍّ ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : ھَلْ لَکَ مِنْ خَالَۃٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ فَبِرَّھَا۔[1]

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ؟ آپ نے پوچھا کیا تمھاری ماں زندہ ہے ؟ انھوں نے کہا نہیں، پھر آپ نے پوچھا کیا تمھاری خالہ زندہ ہے ؟ انھوں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا، جاؤ اس سے حسن سلوک کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خالہ کے ساتھ حسن سلوک سے بڑے بڑے گناہوں

---

[1] صحیح : صحیح سنن الترمذی البر والصلۃ باب فی بر الخالۃ ۲ ح ۱۵۵۴-۱۹۸۵، الترغیب والترھیب البر والصلۃ ح ۳۱، حافظ منذری نے کہا اس کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی کی ہے اور حاکم نے کہا ہے صحیح علی شرط الشیخین۔ شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے (تعلیق علی شرح السنۃ ۱۳/۱۲ ح ۳۴۲۴)

کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ اور جب خالہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا اتنا بڑا اجر وثواب ہے تو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور ان کی خدمت واطاعت سے بدرجہ اولیٰ گناہوں کی مغفرت ہوسکتی ہے اور سر پر آئی ہوئی بڑی بڑی مصیبتیں بھی ٹل سکتی ہیں۔

خدمتِ والدین دافع بلا ہے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

گذشتہ زمانہ میں تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ بادو باراں کے طوفان نے انھیں آگھیرا، طوفان سے بچنے کے لیے ان لوگوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی، اچانک پہاڑ کا ایک بھاری پتھر غار کے دروازہ پر آپڑا اور اس کا مُنہ بند ہوگیا، ان کے لیے دنیا تاریک ہوگئی، لیکن اس مایوسی کے بادل میں امید کی ایک کرن نکل آئی، اور رہائی کی ایک صورت ان کے ذہن میں آگئی اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اپنے ان اعمالِ صالحہ کے ذریعہ اللہ عزوجل سے دعا مانگو جو خالص اللہ کے لیے کیے ہو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس مصیبتِ عظمیٰ سے نجات دے۔

ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور ان کے دودھ سے والدین کا پیٹ بھرتا تھا، میرا روز کا یہی معمول تھا کہ شام کو میں بکریاں چرا کر واپس آتا اور دودھ دوہتا اور سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پلاتا، پھر بچوں کو اور دوسرے لوگوں کو دیتا، ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں بکریاں چراتا ہوا دور نکل گیا اور وقت پر واپس نہ آسکا یہاں تک کہ شام ہوگئی، جب گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے، میں نے حسبِ معمول دودھ دوہا، پھر دودھ کا برتن لے کر ان کے پاس آیا اور ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا، میں نے ان کو جگانا پسند نہ کیا، اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی مناسب نہیں سمجھا حالانکہ میرے

بچے میرے پیروں کے پاس بلک رہے تھے اور بھوک سے بیتاب ہو کر چیخ رہے تھے۔ میری یہی کیفیت صبح تک رہی۔ یعنی میں دودھ لیے کھڑا رہا اور بچے بلکتے رہے اور ماں باپ سوتے رہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے محض تیری رضامندی اور خوشنودی کے لیے کیا تھا تو تو اس چٹان کو اتنا ہٹا دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں، اس کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے غار کا منہ اتنا کھول دیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے شخص نے یوں عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے میں بہت زیادہ محبت کرتا تھا ایسی محبت جیسی مرد عورتوں سے کرتے ہیں، میں نے اس سے خواہشِ نفس پوری کرنے کا مطالبہ کیا مگر وہ تیار نہ ہوئی جب تک کہ میں اسے سو دینار نہ دے دوں۔ مقصد برآری کے لیے میں نے کوشش شروع کر دی اور سو دینار دے کر اس کے ساتھ برائی پر آمادہ ہو گیا۔ جب میں اس کے ساتھ خلوت میں گیا تو وہ مجھے نصیحت کرنے لگی اور کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو توڑ کر اللہ کی امانت میں خیانت نہ کر، اس کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں اللہ کے خوف سے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور وہ سونا اسے دے کر چلا آیا۔

اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرا یہ کام محض تیری رضامندی کے لیے تھا تو تو اس چٹان کو ہٹا دے اور اس آفتِ کبریٰ سے نجات دے۔ اس کی دعا بھی قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پتھر کو تھوڑا اور ہٹا دیا۔

اب تیسرا شخص اٹھا اور کہا اے اللہ تعالیٰ! میں نے ایک فرق[1] چاول کے بدلے ایک مزدور رکھا تھا، جب وہ کام ختم کر چکا تو مجھ سے اپنی مزدوری طلب کی، جب میں اس کی اجرت دینے لگا تو وہ چھوڑ کر چلا گیا اور اپنا حق لینے کے لیے کوئی توجہ

---

[1] "فرق" ایک پیمانہ ہے جس میں تین صاع کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور ایک صاع تقریباً ڈھائی کلوگرام کا ہوتا ہے۔

نہیں کی، میں نے اس کی مزدوری سے کاشت کرنا شروع کر دیا اور برابر کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ اس سے میں نے بہت سے بیل، گائے اور ان کے چرواہے جمع کر لیے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مزدور دوبارہ میرے پاس آیا اور کہا، اللہ سے ڈرو، میرے اوپر ظلم نہ کرو اور میرا حق مجھے دے دو، میں نے ان بیلوں اور چرواہوں کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ ان کو لے جا، وہ سب تیرے ہیں، اس نے کہا، اللہ سے ڈرو اور مجھ سے مذاق نہ کرو، میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا ہوں، ان بیلوں اور چرواہوں کو لے جا، وہ تیرا حق ہے، چنانچہ وہ ان سب کو لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر میرا یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے تھا تو تو اس چٹان کو پورا پورا ہٹا دے اور اس مصیبتِ عظمیٰ اور آفتِ کبریٰ سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا بھی سن لی اور اس پتھر کو پورا ہٹا کر راستہ کھول دیا اور وہ لوگ وہاں سے بسلامت نکل گئے[1]

اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت و اطاعت اور ان کی دلجوئی و رضامندی سے شدائد کے بادل چھنٹ سکتے ہیں اور مصائب کے پہاڑ ٹل سکتے ہیں۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے بقایا اور ان کے حقوق ادا کرنے اور محض رضائے الٰہی کی خاطر غلط کاری سے توبہ کر لینے سے بھی پہاڑ جیسی مصیبتیں اور آفتیں ٹل سکتی ہیں۔

آج ہم مختلف قسم کے شدائد و مصائب سے دوچار ہیں، کوئی عزت و وقعت نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کے حقوق ادا کر کے، گناہوں سے توبہ کر کے اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت کر کے ان شدائد و مشکلات سے نکل سکتے ہیں۔ اور کھویا ہوا وقار واپس لا سکتے ہیں۔

---

[1] - صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب إجابة دعاء من برّ والدیه ۵ ح ۵۹۷۴، البیوع ۳۴ باب ۹۸ ح ۲۲۱۵، الإجارة ۳۷ باب ۱۲ ح ۲۲۷۲، الأنبیاء ۶۰ باب ۵۳ ح ۳۴۶۵، صحیح مسلم الذکر والدعاء والتوبة والإستغفار ۴۸ باب قصة أصحاب الغار الثلاثة، والتوسل بصالح الأعمال ۲۷ ح ۱۰۰ - ۲۷۴۳ -

خدمتِ والدین عمر میں زیادتی اور رزق میں کشادگی کا باعث ہے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ[1]

جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو اور عمر زیادہ ہو تو اسے صلہ رحمی کرنا چاہیے اور رشتے ناطے کو جوڑنا چاہیے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ[2]

---

[1] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم ۱۲ ح ۵۹۸۵، صحیح مسلم البرّ والصلة ۴۵ باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها ۶ ح ۲۰ ـ ۲۵۵۷۔

[2] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب ۱۲ ح ۵۹۸۶، صحیح مسلم البرّ والصلة ۴۵ باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها ۶ ح ۲۱ ـ ۲۵۵۷۔

فائدہ: رہی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت "إن الرزق لا تنقصه المعصية ولا تزيده الحسنة، وترك الدعاء معصية" یعنی نہ معصیت سے روزی کم ہوتی ہے اور نہ نیکی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور دعا نہ کرنا معصیت ہے (اخرجه الطبرانی فی "الصغیر" (ص ۱۴۷) وابن عدی فی "الکامل" (۱۱/۲) سو یہ موضوع ہے۔ اس کی سند میں اسماعیل بن یحیی تیمی "کذاب" ہے اور دوسرا راوی عطیہ عوفی "ضعیف" ہے (الضعیفة ۱۸۱)۔

جسے یہ بات محبوب ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور کشادگی ہو اور اس کی عمر زیادہ ہو تو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ[1]

اپنے انساب کا علم حاصل کرو تاکہ تم صلہ رحمی کر سکو، کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا ذریعہ۔ مال میں زیادتی کا سبب اور عمر میں درازی کا باعث ہے۔

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ. وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ، وَفِعْلُ الْمَعْرُوفِ يَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ[2]

مخفی طریقہ پر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو بجھا دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں زیادتی کرتی ہے اور اچھا عمل بری موت سے بچاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ، وَصَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ[3]

صلہ رحمی عمر میں زیادتی کرتی ہے اور مخفی طریقہ پر صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا:

صِلَةُ الرَّحِمِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَحُسْنُ الْجِوَارِ، يُعَمِّرْنَ الدِّيَارَ، وَيَزِدْنَ فِي الْأَعْمَارِ[4]

---

[1] - صحیح: صحیح الجامع ۲۹۶۵ بروایت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

[2] - صحیح: صحیح الجامع ۳۷۶۰ بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔

[3] - صحیح: حوالۂ مذکورہ ۳۷۶۶ - الصحیحۃ ۱۹۰۸-

[4] - صحیح: حوالۂ مذکورہ ۳۷۶۷ بروایت عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

صلہ رحمی و خوش خلقی اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا شہروں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا:

صِلَةُ الْقَرَابَةِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ، مَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ.[1]

قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا مال میں زیادتی کا سبب، گھر والوں میں محبت کا ذریعہ اور عمر میں درازی کا باعث ہے۔

اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوْءِ وَصَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ[2]

اچھے کام بری موت سے بچاتے ہیں اور چھپا کر صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔

اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوْءِ وَالصَّدَقَةُ خَفِيًّا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَصِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ، وَكُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ، وَأَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الْآخِرَةِ وَأَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ[3]

اچھے کام بری موت سے بچاتے ہیں اور چھپا کر صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے، اور ہر بھلی چیز صدقہ ہے اور دنیا میں اچھا کام کرنے والے آخرت میں اچھے کام کا انعام پانے والے ہوں گے

---

[1] صحیح: صحیح الجامع ۳۷٦۸ بروایت عمرو بن سہل رضی اللہ عنہ۔

[2] حسن: حوالۂ مذکورہ ۳۷۹۷۔

[3] صحیح: حوالۂ مذکورہ ۳۷۹٦۔

اور دنیا میں برا کام کرنے والے آخرت میں برائی کا بدلہ پانے والے ہوں گے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ فِي عُمُرِهِ، وَيُوَسَّعَ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ، وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيتَةُ السُّوءِ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ، وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔[1]

جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس پر اس کی روزی کشادہ ہو اور اس سے بری موت ہٹالی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔

نیز آپ نے فرمایا:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ۔[2]

قضائے الٰہی صرف دعا سے بدل سکتی ہے اور عمر میں زیادتی صرف نیکی سے ہو سکتی ہے۔

ان حدیثوں میں مطلق صلہ رحمی کا انعام عمر میں درازی، رزق میں کشادگی اور بری موت سے حفاظت کو بتایا گیا ہے، جس میں والدین، بھائی، بہن، چچا، بھتیجہ، پھوپھی، خالہ وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی شامل ہے اور بعض دوسری حدیثوں میں صراحت کے ساتھ والدین کی صلہ رحمی کا یہ انعام بتایا گیا ہے۔

جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] بغیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد البرّ والصلۃ باب صلۃ الرحم وقطعھا ح ۱۳۴۶۵ وقال الھیثمی رواہ عبد اللہ بن احمد والبزار والطبرانی فی الأوسط ورجال البزار رجال الصحیح غیر عاصم بن حمزۃ وھو ثقۃ۔

[2] حسن: صحیح الجامع ۷۶۸۷ بروایت سلمان رضی اللہ عنہ۔ الصحیحۃ ۱۵۴

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمُرِهِ، وَيُزَادَ فِي رِزْقِهِ، فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔[1]

جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کی روزی زیادہ ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور اپنے رشتے ناطے کو جوڑے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہ احادیث بظاہر فرمانِ الٰہی :

«فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝»

(النحل ۱۶ : ۶۱)

یعنی جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

سے متعارض معلوم ہوتی ہیں، کیونکہ آیتِ کریمہ کی رو سے موت کا وقت مقرر ہے جس میں کمی بیشی کا امکان نہیں ہے۔

مذکورہ بالا احادیث اور آیتِ کریمہ میں تطبیق کی دو صورتیں ہیں :

۱۔ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صلہ رحمی اور خدمتِ والدین اطاعتِ الٰہی کی توفیق اور معصیتِ الٰہی سے حفاظت کا سبب اور ذریعہ ہے۔ لہٰذا معصیت سے بچتے ہوئے اطاعت کے راستہ پر چل کر آدمی نیک نامی حاصل کر سکتا ہے جو اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے تو گویا اس کی عمر لمبی ہوئی اور وہ مرنے کے باوجود زندہ رہا۔

۲۔ زیادتی عمر سے حقیقی زیادتی مراد ہے اور یہ اس فرشتہ (ملک الموت) کے علم

---

[1] الترغیب والترہیب ۳/۳۱۷ ح ۱۶ وقال المنذری رواہ أحمد ورواتہ محتج بھم فی الصحیح۔

کے لحاظ سے ہے جو لوگوں کی روحیں قبض کرنے پر متعین ہے، اور آیتِ کریمہ سے جو چیز ثابت ہوتی ہے۔ وہ اللہ کے علم کے لحاظ سے ہے جس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں ہوسکتی ہے۔ مثلاً ملک الموت سے ایک شخص کی عمر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ صلہ رحمی کرے گا تو اس کو سو سال کی عمر ملے گی اور اگر قطع رحمی کرے گا تو ساٹھ سال کی عمر۔ چونکہ اللہ کو پہلے سے معلوم ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا یا نہیں کرے گا۔ اس لیے اس کے علم کے لحاظ سے کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہوئی۔ البتہ فرشتے کو اس بات کا سابقہ علم نہیں ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا یا نہیں۔ اس لیے اس کے علم کے لحاظ سے عمر میں کمی اور زیادتی ہوئی۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں اشارہ فرمایا ہے:

«يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ» (الرعد ۱۳: ۳۹)

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اُمّ الکتاب ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں محو اور اثبات فرشتے کے علم کے لحاظ سے ہے اور جو امّ الکتاب میں ہے وہ اللہ کے علم میں ہے جس میں محو کی کوئی گنجائش نہیں اور اسی کو "قضاء مبرم" کہتے ہیں اور جس میں تبدیلی یا محو کا ذکر ہے اسے "قضاء معلق" کہتے ہیں۔

والدین کا فرماں بردار انبیاء اور شہداء کے ساتھ ہوگا

عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! شَهِدْتُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَصَلَّيْتُ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ زَكٰوةَ مَالِيْ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ عَلٰى هٰذَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا،

وَنَصَبَ أُصْبُعَيْهِ، مَالَمْ يَعُقَّ وَالِدَيْهِ[۵]

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی شہادت دی اور پنج وقتہ صلوات ادا کیں، اپنے مال کی زکوٰۃ دی اور ماہ رمضان کے صوم رکھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ان چیزوں پر عمل کرتے ہوئے انتقال کرے گا وہ بروز قیامت انبیاء، صدیقین اور اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے والوں کے ساتھ اس طرح ہوگا، اور آپ نے اپنی دونوں (بیچلی اور شہادت کی) انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔ جب تک والدین کی نافرمانی نہ کرے۔

سبحان اللہ! ماں باپ کی خدمت واطاعت کرنے اور ان کی نافرمانی سے بچنے کا اتنا بڑا اجر و ثواب کہ قیامت کے دن جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر شخص ایک دوسرے سے منہ چھپاتا پھرے گا۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یقیناً آئے گا وہ دن کہ جب محشر بپا ہوگا
وہاں نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہوگا
نہ ہمشیرہ برادر کی نہ زوجہ ہوگی شوہر کی
وہاں دہشت کے مارے بھائی سے بھائی جدا ہوگا

---

[۵] صحیح: الترغیب والترھیب البرّ والصلۃ باب الترھیب من عقوق الوالدین ۳/۳۲۹ ح ۱۲، حافظ منذری نے کہا رواہ احمد والطبرانی باسنادین احدھما صحیح، ورواہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھما۔ بغیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد البرو الصلۃ باب ماجاء فی العقوق ح ۱۳۴۲۹، امام ہیثمی نے کہا رواہ احمد والطبرانی باسنادین ورجال احد اسنادی الطبرانی رجالہ رجال الصحیح۔

وہ دن آئے گا گھبرا جائیں گے جس میں پیمبر بھی
جلالِ حق کا طاری سب پہ اس دن دبدبہ ہوگا

ایسے حیرانی و پریشانی اور کس مپرسی کے دن میں والدین کے مطیع و فرماں بردار انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت میں ہوں گے، جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام و اکرام ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمتِ والدین کی توفیق دے اور قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ رکھے۔ (آمین)۔

والدین کی دعا اور بددعا ضرور قبول ہوتی ہے

عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ تُسْتَجَابُ دَعْوَتُهُمْ: اَلْوَالِدُ، وَالْمُسَافِرُ وَالْمَظْلُومُ[1]

تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے (۱) باپ کی (۲) مسافر کی (۳) مظلوم شخص کی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ[2]

---

[1] حسن: مسند احمد ۴/۱۵۴، صحیح الجامع ۳۰۴۹، الصحیحۃ ۵۹۶۔

[2] حسن: صحیح سنن ابن ماجہ الدعاء ۳۴ باب ۱۱ دعوۃ الوالد ودعوۃ المظلوم ۳۱۱۵، سنن أبی داؤد الصلوٰۃ ۲ باب الدعاء بظہر الغیب ح ۱۵۲۲، مسند احمد ۲/۲۵۸، ۳۴۸، ۴۷۸، ۵۱۷، ۵۲۳، صحیح الجامع ۳۰۳۳، الصحیحۃ ۵۹۶، صحیح الأدب المفرد باب ۱۹۶ دعوۃ المظلوم ح ۳۷۲۔

تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ان کی قبولیت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے:
(۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اولاد کے لیے والدین کی دعا۔
ان ہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدَيْنِ عَلَى وَلَدِهِمَا۔[1]
تین دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہے: (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اولاد پر والدین کی بددعا۔
اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ لَا تُرَدُّ: دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الصَّائِمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ۔[2]
تین دعائیں رد نہیں ہوتی ہیں (یعنی ضرور قبول ہوتی ہیں) (۱) والدین کی دعا، (۲) صائم (روزہ دار) کی دعا (۳) مسافر کی دعا۔
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی دعا اور بددعا دونوں رائگاں نہیں جاتیں بلکہ بہت جلد اثر کر جاتی ہیں اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں نافرمان شخص والدین کی بددعا کا اثر دیکھ لیتا ہے اور عذاب اور فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ
ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُهُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ،

---

[1] حسن: صحیح سنن جامع الترمذی البر والصلۃ باب ۷ ماجاء فی دعاء الوالدین ح ۱۵۵۵ صحیح الأدب المفرد باب ۱۴ دعوۃ الوالدین ح ۲۴-۳۲۔
[2] حسن: الصحیحۃ ۱۷۹۷، صحیح الجامع ۳۰۳۲۔

وَالْخِيَانَةِ، وَالْكَذِبِ ؎

قطع رحمی، خیانت اور جھوٹ سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا آدمی کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں نہ دیدے اور ساتھ ہی آخرت میں بھی عذاب دے۔

پس اے عزیزو! ماں باپ کی خدمت واطاعت کر کے اور انھیں راضی اور خوش رکھ کر ان کی دعائیں لینے کی کوشش کرو، اور ان کی ناراضگی اور بد دعا سے بچتے رہو۔

باپ کی فرماں برداری کا ایک قابلِ تقلید قرآنی واقعہ

ربِ کائنات نے ابراہیم علیہ السّلام کو ہر طرح سے آزمائش میں ڈالا۔ اور آپ نے ہر امتحان میں امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ نارِ نمرود میں خندہ پیشانی سے بے ڈھرک کود گئے۔ دین کی خاطر گھر بار اور وطن عزیز کو خیر باد کہا۔ مکہ کی بے آب وگیاہ سرزمین میں اپنی رفیقۂ حیات ہاجرہ علیہا السّلام اور بڑھاپے کی آرزو لاڈلے بیٹے اسماعیل علیہ السّلام کو یکہ وتنہا چھوڑنا بسر وچشم قبول کیا۔ اور آخری اور سب سے بڑے امتحان میں پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السّلام کو ذبح کرنے کے لیے پورے طور پر تیار ہو گئے۔ مگر سب سے اہم مسئلہ بیٹے کی تیاری اور اس کی منظوری کا تھا۔ بیٹے نے بھی کامل سپردگی اور جاں سپاری کا ثبوت دے کر قیامت تک آنے والے سارے بچوں کے لیے باپ کی اطاعت وفرماں برداری کا مثالی نمونہ پیش کیا۔

باپ اور بیٹے کی یہ مکمل جانفروشی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے بطور یادگار جان کے بدلے مالی قربانی کا لامتناہی سلسلہ قائم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرماں بردار بیٹے اسماعیل علیہ السّلام اور باپ ابراہیم علیہ السّلام کی پوری گفتگو اور بیٹے کی باپ کی فرماں برداری اور کامل اطاعت کیشی کو قرآن

؎ - صحیح: صحیح الجامع ۵۷۰۵، الصحیحہ ۹۱۸۔

کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:

«رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ۚ○ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ۙ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○»

(الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۰۰-۱۰۷)

مالک میرے مجھ کو ایک (بیٹا) دے جو نیک ہو۔ تو ہم نے ایک بُردبار لڑکے کی اس کو (ابراہیم کو) خوش خبری دی۔ جب وہ لڑکا اس لائق ہوا کہ ابراہیم کے ساتھ دوڑ سکے تو ابراہیم نے کہا، بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں جیسے تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تو بھی سوچ کر دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ لڑکے نے کہا، ابا جان! جو (اللہ کا) حکم آپ کو ہوا ہے اس کو (فوراً) بجا لائیے، اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ جب باپ اور بیٹا دونوں (اللہ کا حکم بجا لانے پر) مستعد ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل (اوندھا) پچھاڑا، اور ہم نے ابراہیم کو پکارا، اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچّا کر دکھایا، ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے اس لڑکے کے صدقے میں ایک بڑی قربانی دی۔

کاش کہ ماں باپ کی فرماں برداری کا یہی جذبہ ہمارے دلوں میں بھی ہوتا۔ اور ہم بھی والدین کی فرماں برداری کر کے اللہ کی نعمتوں کے مستحق بنتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی خدمت واطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باپ کے حقوق کی ادائیگی کا یہ نرالا جذبہ

عموماً مالدار والدین کے انتقال کے بعد اولاد کو سب سے پہلے میراث کی تقسیم کی فکر ہوتی ہے۔ کہ ہم کو ہمارا حق ملنا چاہیے۔ اور کوئی یہ نہیں سوچتا کہ ماں باپ (جن کے مال کو حاصل کرنے کے لیے ہم کوشاں رہتے ہیں) کے ذمہ کسی کا کوئی حق اور بقایا تو نہیں جس کو ادا کر کے ان کی روح کو آزاد کرا دیا جائے۔ لیکن ذات النطاقین اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے لاڈلے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا اندازِ فکر ہی الگ تھا۔ چنانچہ

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب جنگِ جمل کے دن زبیر رضی اللہ عنہ (میدان جنگ میں) کھڑے ہوئے تو مجھ کو بلایا۔ میں ان کے پہلو میں کھڑا ہوا۔ انھوں نے کہا آج جو مارا جائے گا وہ یا تو ظالم ہوگا یا مظلوم۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلوم ہو کر مارا جاؤں گا۔ مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے۔ تو کیا سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد میرے مال میں سے کچھ بچے گا؟ خیر بیٹے! تم ایسا کرنا کہ میرا مال بیچ کر قرض ادا کر دینا۔ انھوں نے تہائی مال کی وصیت کی اور تہائی کی تہائی عبداللہ کے بیٹوں (یعنی اپنے پوتوں) کو دلائی۔ (کیونکہ عبداللہ کثیر الاولاد تھے) انھوں نے کہا قرض کی ادائیگی کے بعد جو بچ رہے اس کی تہائی (یعنی تہائی کی تہائی) اپنی اولاد کو دیدینا۔ ہشام راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بعض بیٹے اپنے چچاؤں (یعنی زبیر کے بیٹوں) کے ہم عمر تھے۔ جیسے خبیب اور عبّاد۔ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت سب نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ابا مجھ کو اپنے قرض کے ادا کرنے کی وصیت کرنے لگے اور کہنے لگے بیٹے! اگر قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ تو میرے مالک سے مدد چاہنا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں سمجھ سکا کہ ان کے مالک سے کون مراد ہے تو میں نے پوچھا۔ ابا آپ کا کون مالک؟ انھوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم جب بھی میں والد صاحب کا قرض ادا کرنے

میں کسی مشکل میں پھنسا تو میں نے یہی کہا کہ زبیر کے مالک ان کا قرض ادا کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ادا کرا دیا۔

(زبیر رضی اللہ عنہ نے جو خدشہ ظاہر کیا تھا ویسا ہی ہوا اور اس دن) وہ مارے گئے۔ اور انھوں نے نقدی چیز درہم اور اشرفی نہیں چھوڑا۔ البتہ زمینیں چھوڑیں۔ انھیں میں سے ایک زمین غابہ کی تھی۔ اور گیارہ گھر مدینہ میں، دو گھر بصرہ میں، ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ والد صاحب پر جو قرض ہو گیا تھا وہ اس وجہ سے کہ آدمی ان کے پاس اپنا مال امانت رکھتا تو وہ کہتے امانت نہیں اس کو قرض سمجھو۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ تمھارا مال ضائع ہو جائے تو قرض کی صورت میں میں اس کا تاوان دوں گا۔ امانت کے تلف ہونے کی صورت میں تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے کبھی حکومت نہیں قبول کی اور نہ تحصیلدار ہونا منظور کیا۔ البتہ لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہتے تھے۔ (یعنی جو کچھ مال ان کے ہاتھ آیا وہ مال غنیمت کا حصہ تھا)۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (ان کی شہادت کے بعد) میں نے ان کے کل قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلا۔ اس کے بعد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملے اور پوچھا۔ بھتیجے! میرے بھائی (زبیر رضی اللہ عنہ) پر کتنا قرض نکلا؟۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے (کسی مصلحت کے تحت) اسے چھپایا اور کہا ایک لاکھ۔ حکیم نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ تمھاری جائیداد سے یہ قرض ادا ہو سکے گا۔ عبداللہ نے کہا اگر بائیس لاکھ کا قرض ہو تب کیا ہو گا؟ حکیم نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنا قرض ادا کر سکو گے۔ خیر اگر تم سے ادا نہ ہو سکے تو مجھ سے مدد لینا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ عبداللہ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچا۔ اور کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جن جن لوگوں کا قرض (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ پر ہو وہ غابہ میں آ کر ہم سے ملیں۔ چنانچہ عبداللہ بن

جعفر رضی اللہ عنہ وہاں آئے۔ ان کے چار لاکھ زبیر رضی اللہ عنہ پر قرض تھے۔ انھوں نے عبداللہ بن زبیر سے کہا اگر چاہو تو میں یہ قرض معاف کر دیتا ہوں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا ہم معاف کرانا نہیں چاہتے۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا اگر چاہو تو میں مہلت دیتا ہوں، عبداللہ بن زبیر نے کہا میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ تب عبداللہ بن جعفر نے کہا اچھا میرے قرض کے بدلہ (غابہ کی کچھ زمین مجھے دیدو۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا اچھا اتنی زمین یہاں سے وہاں تک لے لو۔ خیر عبداللہ نے غابہ کی زمین بیچ کر پورا قرض ادا کر دیا۔ ساڑھے چار حصے غابہ کی جائیداد میں سے بچ رہے۔ اس وقت عبداللہ بن زبیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان کے پاس عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا غابہ کی کیا قیمت آئی؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہر حصہ کی ایک لاکھ۔ انھوں نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ عبداللہ نے کہا ساڑھے چار حصے۔ منذر بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا ایک حصہ ایک لاکھ میں میں لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حصہ ایک لاکھ میں میں لیتا ہوں۔ عبداللہ بن زمعہ نے کہا ایک لاکھ میں ایک حصہ میں لیتا ہوں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اب کیا باقی بچا؟ انھوں نے کہا ڈیڑھ حصہ رہ گیا ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لیا۔ عبداللہ بن جعفر نے جو حصہ لیا تھا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔

غرضیکہ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ باپ کا سارا قرض ادا کر چکے تو زبیر رضی اللہ عنہ کے دوسرے بیٹوں نے کہا:

اِقْسِمْ بَیْنَنَا مِیرَاثَنَا. قَالَ: لَا وَاللّٰہِ لَا أَقْسِمُ بَیْنَکُمْ حَتّٰی أُنَادِیَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِیْنَ أَلَا مَنْ کَانَ لَہٗ عَلَی الزُّبَیْرِ دَیْنٌ فَلْیَأْتِنَا فَلْنَقْضِہٖ، قَالَ: فَجَعَلَ کُلَّ سَنَۃٍ یُنَادِیْ بِالْمَوْسِمِ. فَلَمَّا مَضٰی أَرْبَعُ سِنِیْنَ قَسَمَ بَیْنَہُمْ[1]

---

[1] صحیح بخاری فرض الخمس ۵۷ باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا ۱۳ ح ۳۱۲۹۔

آپ ہماری میراث تقسیم کیجیے۔ (اس پر حق شناس بیٹے) عبداللہ رضی اللہ عنہ
نے کہا۔ اللہ کی قسم میں چار سال تک حج کے موقع پر یہ اعلان کروں گا کہ میرے
والد زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ جس کا قرض ہو وہ ہمارے پاس آکر اپنا قرض لے لے۔
پھر میں میراث تقسیم کروں گا۔ چنانچہ چار سال تک اعلان کرنے کے بعد اپنے
بھائیوں میں ترکہ تقسیم کیا۔

کاش کہ والدین کے حقوق کی ادائیگی کا یہی جذبہ ہر شخص کے دل میں ہوتا۔ اور ان
کی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی ماں باپ کے حقوق کو پہچانتا۔

باپ کی خدمت کا ایک واقعہ

فتح مکہ کے دن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو قحافہ کو اپنے اوپر لاد کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام قبول کرانے کے لیے لائے۔ تو آپ نے
ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا: "لَوْ أَقْرَرْتَ شَيْخًا فِي بَيْتِهِ
لَأَتَيْنَاهُ" اگر شیخ کو ان کے گھر ہی پر رہنے دیتے تو ہم خود ان کے پاس آجاتے۔ ان کو
زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور ان کی
داڑھی اور سر کے بال ثغامہ پھول کی طرح سفید تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ ان کی داڑھی اور سر کو رنگ دو۔ لیکن کالے رنگ سے بچو۔[۱]

دیکھا آپ نے باپ بوڑھے ہو چکے ہیں، چلنے کی طاقت نہیں ہے تو اپنے اوپر سوار
کر کے دربار رسالت میں پہنچایا۔ یہ ہے خدمتِ والدین کا جذبہ ——— مگر آج اگر باپ
تھکا ماندہ ہے اور دردِ سر یا اور کسی مرض اور تکلیف میں مبتلا ہے تو گرم تیل کی مالش کر کے
اور سر اور پیر داب کر ان کو آرام پہنچانا بھی گوارہ نہیں۔ چہ جائیکہ اپنے اوپر لاد کر کسی اسپتال
وغیرہ میں پہنچائیں۔

۱؎ صحیح: مسند أحمد ۳/۱۶۰۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

جو شخص اپنے ماں باپ اور بڑوں اور بزرگوں کی خدمت واطاعت کرے گا اور ان کے جائز حکموں پر چلے گا تو اس کی اولاد بھی اس کی خدمت واطاعت کرے گی اور اس کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کرے گی اور جس نے ماں باپ کو ڈانٹا، پھٹکارا ان کو گالی دی، برا بھلا کہا، مارا پیٹا وہ ایسی ہی توقع اپنی اولاد سے بھی رکھے۔ ان سے خیر کی امید اور خدمت واطاعت کی توقع ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ دستور الٰہی ہے:

«هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ○» (الرحمٰن ۵۵ : ۶۰)

کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔

اور فرمایا:

«وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا» (الشوریٰ ۴۲ : ۴۰)

یعنی برائی کا بدلہ برائی کے مثل ہے۔

اور انگریزی کا مقولہ ہے TIT FOR TAT یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی اور فارسی کا شعر ہے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو　　از مکافاتِ عمل غافل مشو

اور اردو کا شعر ہے ؎

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

پس معلوم ہوا کہ جو احسان اور نیکی کرے گا وہ اس کا بہترین بدلہ پائے گا۔ جو خدمت واطاعت کرے گا وہ مخدوم ہوگا اور جو برائی کرے گا اس کا خمیازہ ضرور بھگتے گا۔

اور تجربہ بھی شاہد ہے کہ جس کسی نے بھی اپنے ماں باپ کو برا بھلا کہا اور مارا پیٹا اس کے بچوں نے بالکل ویسا ہی سلوک اس کے ساتھ کیا۔ لہٰذا جو اپنی اولاد سے خیر کا امیدوار ہو وہ پہلے اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے۔

والدین کی نافرمانی کا حکم اور اس کا انجام

والدین کی نافرمانی حرام ہے

والدین کے "حقوق" کا مطلب یہ ہے کہ ان کے واجبات و فرائض کو اچھی طرح سے ادا کیا جائے، ان کے ساتھ نرمی برتی جائے، ان کی تعظیم و تکریم کی جائے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

اور والدین کی نافرمانی اور "عقوق" کا مفہوم یہ ہے کہ انھیں چھوڑ دیا جائے اور ان دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بدسلوکی کی جائے، ان کو گالی گلوج دیا جائے، ان پر لعن طعن کیا جائے، ان کے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کمی اور کوتاہی کی جائے، نادار والدین پر خرچ میں تنگی کی جائے۔ غرضیکہ "عقوق" یا "نافرمانی" میں اولاد کا ہر وہ سلوک و برتاؤ شامل ہے جس سے ماں باپ یا کسی ایک کو غصہ آجائے اور انھیں تکلیف ہو۔ کتاب و سنت کی رو سے اس قسم کی حرکت حرام اور زبردست گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

«اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ○ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ

غَفُوْرًا﴿۲۵﴾ (الاسراء ۱۷: ۲۳-۲۵)

اگر ان میں سے (والدین میں سے) کوئی ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان کو عزت سے مخاطب کیا کرو اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو۔ اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا کرو کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے لڑکپن میں میری پرورش کی۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی بندگی اور عبادت کا حکم دے کر ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا تاکیدی حکم صادر فرمایا اور جو نادان اور نالائق اولاد جب ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور کمزوری اور ناطاقتی کے سبب خدمت اور مدد کے خواہاں ہوتے ہیں تو انھیں جھڑک دیتے ہیں اور ان کی باتیں سن کر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ انھیں ایسی گستاخی اور بدسلوکی اور اُف تک کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اور اگر اُف سے بھی معمولی کوئی لفظ نافرمانی اور ایذا رسانی کا ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کو روکنا مقصود ہوتا تو اس سے بھی منع فرما دیتا۔ جیسا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

لَوْ عَلِمَ اللّٰہُ شَیْئًا مِنَ الْعُقُوْقِ أَدْنٰی مِنْ أُفٍّ لَحَرَّمَہُ[1]

اگر اُف سے ادنیٰ بھی کوئی نافرمانی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی حرام قرار دیتا۔

پھر اُف کہنے اور سخت سست کہنے سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تاکید فرمائی کہ ان سے نرمی اور ملائمت سے بات کرو۔ مثلاً کہو "جناب"، "والد صاحب"، "ابا جان" اور جب وہ پکاریں تو کہو "میں حاضر خدمت ہوں" اسی طرح ان کا ادب واحترام کرو۔ بیچ میں دخل اندازی نہ کرو۔ ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

---

[1] فتح القدیر ۳/۲۲۰۔

آگے چل کر ان کے ساتھ تواضع کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ.

اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو۔

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر کرنے کا بھی حکم دیا۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ [1]

اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی کرنا اور جو حقوق واجب ہیں ان کو ادا نہ کرنا اور جس چیز اور مال کا مستحق نہ ہو اس کو لینا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے۔ اور قیل وقال (بے فائدہ اور بے ضرورت کے بحث ومباحثہ کرنا) اور بلا ضرورت زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا (فضول خرچی کرنا، ناجائز اور حرام راستوں میں خرچ کرنا) ناپسند فرمایا ہے۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْعُقُوقَ [2]

بے شک اللہ تعالیٰ نافرمانی کو پسند نہیں فرماتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب عقوق الوالدین من الکبائر ۶ ح ۵۹۷۵، صحیح مسلم الأقضیة ۳۰ باب النهی عن کثرة المسائل من غیر حاجة ۵ ح ۱۲ - ۱۷۱۵۔

[2] صحیح : صحیح الجامع ۱۸۴۹، الصحیحة ۱۶۵۵۔

والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے

کتاب وسنت، صحابہ وتابعین، تبع تابعین وائمہ مجتہدین سے یہ ثابت ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صغیرہ (۲) کبیرہ۔

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہو۔ اور گناہ صغیرہ وہ گناہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ جن چیزوں کی حرمت پر تمام آسمانی شریعتوں کا اتفاق ہو وہ کبیرہ ہیں اور جو گناہ کسی شریعت میں حرام اور کسی میں حرام نہ ہو وہ صغیرہ ہے لیکن زیادہ جامع اور بہتر تعریف یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے کبیرہ اور بڑا ہونے پر کوئی نص وارد ہو یا اس پر عذاب کی سخت وعید یا کسی حد یا اللہ کی لعنت یا اس کے غضب کا اظہار ہو۔

کبیرہ گناہ بہت سے ہیں، ان میں والدین کی نافرمانی بھی ہے۔

جیسا کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلَىٰ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ ثَلَاثًا: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتّٰى قُلْتُ لَا يَسْكُتُ [۱]

کیا میں تمھیں بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ضرور فرمائیے۔ یہ سوال آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے

---

[۱] - صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب عقوق الوالدین من الکبائر ۶ ح ۵۹۷۶، صحیح مسلم الإیمان باب ۳۸ اکبر الکبائر ح ۱۴۳ - ۸۷۔

اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ یہ بات آپ برابر کہتے رہے یہاں تک کہ میں نے کہا کہ شاید آپ خاموش نہیں ہوں گے۔

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر فرمایا یا آپ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ [1]

اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور کسی کو (ناحق) قتل کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اَلْكَبَائِرُ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ [2]

اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور (ناحق) کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا بہت بڑے گناہ ہیں۔

عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الْكَبَائِرُ؟ فَقَالَ: هُنَّ تِسْعٌ: إِشْرَاكٌ بِاللّٰهِ، وَقَتْلُ نَفْسٍ مُؤْمِنٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَفِرَارُ يَوْمِ الزَّحْفِ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا، ثُمَّ قَالَ: لَا يَمُوتُ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ

---

[1] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب عقوق الوالدین من الکبائر ۶ ح ۵۹۷۷، صحیح مسلم الإیمان باب ۳۸ اکبر الکبائر ح ۱۴۴ – ۸۸۔

[2] صحیح بخاری الأیمان والنذور ۸۳ باب ۱۶ الیمین الغموس ح ۶۶۷۵۔

هٰؤُلَاءِ الْكَبَائِرَ، وَيُقِيمُ الصَّلٰوةَ، وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ إِلَّا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارٍ أَبْوَابُهَا مَصَارِيعُ مِنْ ذَهَبٍ[1]۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ نو ہیں: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی مومن آدمی کو ناحق قتل کرنا (۳) لڑائی کے میدان سے بھاگنا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) سود کھانا (۶) پاک دامن عورت پر تہمت لگانا (۷) مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا (۸) بیت اللہ (خانہ کعبہ) کو حلال سمجھنا جو زندگی اور موت دونوں میں تمھارا قبلہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو شخص ان کبائر کا ارتکاب نہ کرے اور صلوٰۃ ادا کرے اور زکوٰۃ دے تو مرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے گھر میں ہوگا جس کے دروازوں کے پٹ سونے کے ہوں گے۔

اس حدیث میں گناہ کبیرہ کی تعداد نو بتائی گئی ہے جو حصر کے لیے نہیں ہے بلکہ مختلف حدیثوں کے مجموعے سے ان کی تعداد اس سے زیادہ ثابت ہوتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَةِ، فَقُلْتُ: أَقَتْلُ الدَّمِ؟ قَالَ نَعَمْ، وَرَغْمًا، وَقَتْلُ النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ، وَالْفِرَارُ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَإِلْحَادٌ بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا[2]۔

کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانا۔

---

[1]۔ حسن: إرواء الغليل ۳/۱۵۵ رقم ۶۹۰ بحواله سنن أبي داؤد ۲۸۷۵ وسنن نسائی ۲/۱۶۵۔ امام حاکم نے کہا ہے "صحیح الإسناد"، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، صحيح الجامع ۴۶۰۵۔

[2]۔ حسن: إرواء الغليل ۳/۱۵۵ رقم ۶۹۰ بحواله البيهقي، صحيح الجامع ۴۶۰۲۔

میں نے پوچھا! کیا قتل کرنا بھی کبائر میں سے ہے آپ نے فرمایا: ہاں، تمہیں تعجب کیوں ہے، اور مومن کا قتل کرنا بھی، اور کافروں سے مڈبھیڑ کے وقت بھاگنا اور یتیم کا مال کھانا اور مسلمان ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور خانہ کعبہ میں جو تمھارے زندہ اور مردہ لوگوں کا قبلہ ہے انحراف و کجروی۔

عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ، وَالْيَمِينَ الْغَمُوسَ، وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِينَ صَبْرٍ، فَأَدْخَلَ فِيهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوضَةٍ إِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِي قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔[1]

کبیرہ گناہوں میں سے اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کے نام کی قسم کھائی اور اس میں مچھر کے پَر کے برابر بھی جھوٹ شامل کیا تو اس کے دل میں قیامت تک کے لیے ایک سیاہ نکتہ پیدا کر دیا جائے گا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى الْأَمْرِ بِبِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَأَنَّ عُقُوقَهُمَا حَرَامٌ مِنَ الْكَبَائِرِ۔[2]

یعنی اس بات پر علماء کا اجماع اور اتفاق ہے کہ ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے اور ان کی نافرمانی حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

غور کا مقام ہے کہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی

---

[1] حسن: صحیح سنن ترمذی تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب ۵ ح ۲۴۱۷ - ۳۲۲۲ مسند أحمد ۳/۴۹۵، صحیح الجامع ۲۲۱۳-

[2] شرح النووی لصحیح مسلم البر والصلة باب بر الوالدين وأنهما أحق به ۱۶/۱۰۴-

نافرمانی کو شرک باللہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور شرک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ واضح اور صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ اس سے ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ پس جس طرح شرک سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح والدین کی نافرمانی سے بچنا بھی ضروری ہے۔

والدین کو گالی دینا اور ان پر لعن طعن کرنا گناہ عظیم ہے

مسلمان کو گالی دینا یا اس پر لعن طعن کرنا، کسی طرح کی تکلیف پہنچانا مہلک ترین گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

«وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ○» (الأحزاب ۳۳ :۵۸)

اور جو لوگ مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی (قابل ملامت) کام کے تکلیف دیتے ہیں وہ بہت بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لیتے ہیں۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ[۱]

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا، فَعَلَى الْبَادِئِ مِنْهُمَا حَتّٰى يَتَعَدّٰى

۱۔ صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب ماینھی عن السباب واللعن ۴۴ ح ۶۰۴۴، صحیح مسلم الإیمان ۱ باب بیان قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر ۲۸ ح ۱۱۶-۶۴۔

اَلْمَظْلُومُ.[1]

دو گالی دینے والوں میں قصور ابتدا کرنے والے کا ہے۔ بشرطیکہ مظلوم (حق سے) آگے نہ بڑھ جائے۔

ان ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ.[2]

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے جان ومال کی بابت مامون رہیں۔

مذکورہ بالا آیت اور احادیث میں مسلمانوں کو سب وشتم کرنے یا انھیں کسی طرح کی ایذارسانی سے منع کیا گیا ہے۔ اور درج ذیل احادیث میں لعنت ملامت کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا.[3]

مومن لعنت ملامت کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ

---

[1] صحیح مسلم البر والصلۃ ۴۵ باب النهی عن السباب ۱۸ ح ۶۸-۲۵۸۷،
صحیح سنن الترمذی البر والصلۃ باب ما جاء فی الشتم ۵۱ ح ۱۶۱۳-۲۰۶۴۔

[2] حسن صحیح: صحیح سنن الترمذی الإیمان باب ما جاء فی أن المسلم من سَلِمَ المسلمون من لسانه ویده ۱۲ ح ۲۱۱۸-۲۷۷۵، صحیح الجامع ۶۷۱۰۔

[3] صحیح: صحیح الجامع ۷۷۷۴ بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

وَلَا الْبَذِيِّ [1]

مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہوتا ہے اور نہ بہت لعنت بھیجنے والا، نہ فحش بکنے والا اور نہ فحش کرنے والا ہوتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً [2]

میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (ان کا شمار بیعت رضوان والوں میں سے ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلَى مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ [3]

جس نے اسلام کے سوا کسی اور ملّت کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا، اور جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اس کی بابت نذر ماننے پر اس کے اوپر کچھ عائد نہیں ہوگا۔ اور جس نے دنیا میں کسی چیز سے خودکشی کر لی، قیامت کے

---

[1] صحیح: صحیح سنن الترمذی البر والصلة باب ماجاء فی اللعنة ۴۸ ح ۱۶۱۰ - ۲۰۶۰، صحیح الجامع ۵۳۸۱ بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، الصحیحة ۳۲۰۔

[2] صحیح مسلم البر والصلة ۲۵ باب النهی عن لعن الدواب وغيرها ۲۴ ح ۸۷ - ۲۵۹۹۔

[3] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب ماینهی عن السباب واللعن ۴۴ ح ۶۰۴۷، صحیح مسلم الایمان باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه ۴۷ ح ۱۷۶ - ۱۱۰۔

دن اسے اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ اور مومن کو لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے اور مومن پر کفر کی تہمت لگانا اسے قتل کرنے کے مساوی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَنبَغِی لِصِدِّیقٍ أَنْ یَکُونَ لَعَّانًا۔[1]

صدیق کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ لعنت ملامت کرنے والا ہو۔

زید بن اسلم کہتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَعَثَ إِلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ بِأَنْجَادٍ مِنْ عِنْدِهِ، فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنَ اللَّيْلِ، فَدَعَا خَادِمَهُ، فَكَأَنَّهُ أَبْطَأَ عَلَيْهِ، فَلَعَنَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَتْ لَهُ أُمُّ الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُكَ اللَّيْلَةَ، لَعَنْتَ خَادِمَكَ حِينَ دَعَوْتَهُ، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]

عبدالملک بن مروان نے ام درداء رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے پاس سے کچھ گھریلو زینت کے سامان بھیجے۔ ایک رات عبدالملک رات کو اٹھے اور اپنے خادم کو بلایا۔ خادم نے ان کے پاس آنے میں دیر کی تو انھوں نے اس پر لعنت بھیجی، صبح کو ام درداء نے ان سے کہا، کہ میں نے رات تمھیں اپنے خادم کو لعنت کرتے ہوئے سنا پھر ام درداء نے کہا کہ میں نے ابو درداء سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ

---

[1] صحیح مسلم البر والصلۃ ۴۵ باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا ۲۴ ح ۸۴ - ۲۵۹۷۔

[2] صحیح مسلم البر والصلۃ ۴۵ باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا ۲۴ ح ۸۵ - ۲۵۹۸۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لعنت کرنے والے بروز قیامت سفارشی اور گواہ نہیں ہوں گے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللّٰہِ، وَلَا بِغَضَبِہٖ، وَلَا بِالنَّارِ۔[۵۱]

ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت مت بھیجو اور نہ اس کے غضب کی اور نہ دوزخ کی لعنت بھیجو۔

نیز آپ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ يَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا۔[۵۲]

بندہ جب کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، آسمان کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف جاتی ہے، زمین کے دروازے بھی اس کے لیے بند کر لیے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے۔ جب وہ کوئی راہ نہیں پاتی تو لوٹ کر اس شخص کی طرف چلی جاتی ہے جس پر لعنت بھیجی گئی تھی۔ اگر وہ اس لعنت کا مستحق ہوتا ہے تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ لعنت بھیجنے والے پر پڑتی ہے۔

ان عام حدیثوں کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ

۵۱۔ صحیح: صحیح سنن الترمذی البر والصلۃ باب ما جاء فی اللعنۃ ۴۸ ح ۱۶۰۹ - ۲۰۵۹، سنن أبی داؤد الأدب باب فی اللعن ۵۳ ح ۴۸۸۵، صحیح الجامع ۷۴۴۳۔ الصحیحۃ ۸۹۳۔

۵۲۔ سنن أبی داؤد الأدب ۳۵ باب فی اللعن ۵۳ ح ۴۸۸۴۔

والدین کو گالی دینے یا گالی دیے جانے کا سبب بننے یا ان کو لعنت ملامت کرنے یا لعنت کا سبب بننے سے منع کیا گیا ہے اور اسے گناہِ عظیم قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ.[1]

کبیرہ گناہوں میں سے ماں باپ کو گالی دینا ہے صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم) نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ آدمی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور آدمی دوسرے آدمی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

ان ہی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ! كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ.[2]

بے شک گناہ کبیرہ میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعن طعن کرے، آپ سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! ماں باپ پر کیسے کوئی لعن طعن کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص غیر کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ دوسرا اس کے بدلے میں اس

---

[1] صحیح مسلم الایمان ۱ باب بیان الکبائر ۳۸ ح ۱۴۶-۹۰۔

[2] صحیح بخاری الأدب ۷۸ باب ۴ لا یسب الرجل والدیہ ح ۵۹۷۳۔

کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

یہی عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَلْعَنُ أَبَاهُ وَيَلْعَنُ أُمَّهُ فَيَلْعَنُ أُمَّهُ۔[1]

کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت ملامت کرے، آپ سے کہا گیا۔ اے اللہ کے رسول! ماں باپ کو کیسے کوئی لعنت ملامت کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی دوسرے کے باپ اور ماں کو لعنت ملامت کرتا ہے اور وہ جواب میں اس کے باپ اور ماں کو لعنت اور ملامت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ۔[2]

جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور جو غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور جو کسی بدعتی کو پناہ اور ٹھکانا دے اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور جو زمین کے نشان کو بدل دے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا:

مَلْعُونٌ مَنْ سَبَّ أَبَاهُ، مَلْعُونٌ مَنْ سَبَّ أُمَّهُ، مَلْعُونٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، مَلْعُونٌ مَنْ غَيَّرَ تُخُومَ الْأَرْضِ، مَلْعُونٌ مَنْ كَمَّهَ

۱۔ صحیح: سنن أبی داؤد الأدب ۳۵ باب فی بر الوالدین ح ۵۱۱۹، صحیح الجامع ۲۲۱۴۔

۲۔ صحیح مسلم الأضاحی ۳۵ باب تحریم الذبح لغیر اللہ ولعن فاعلہ ۸ ح ۴۳-۱۹۷۸۔

أَعْمَى عَنْ طَرِيْقٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ وَقَعَ عَلَى بَهِيْمَةٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ بِعَمَلِ قَوْمِ لُوْطٍ.[1]

جو اپنے باپ کو گالی دے وہ ملعون ہے۔ جو اپنی ماں کو گالی دے وہ ملعون ہے۔ جو غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ جو زمین کے نشانات کو بدل دے وہ ملعون ہے۔ جو کسی اندھے کو راستہ سے ہٹا دے وہ ملعون ہے۔ جو چوپایہ سے بدفعلی کرے وہ ملعون ہے۔ جو قوم لوط جیسا عمل بد کرے وہ ملعون ہے۔

فائدہ: قوم لوط کے لوگ عورتوں کے بجائے مردوں سے وطی کر کے اپنی خواہش پوری کرتے تھے۔ (الأعراف ۷: ۸۱، العنکبوت ۲۹: ۲۹)

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

مِنَ الْكَبَائِرِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالَى أَنْ يَسْتَسِبَّ الرَّجُلُ لِوَالِدِهِ.[2]

کبیرہ گناہوں میں سے یہ بات ہے کہ آدمی اپنے باپ کو گالی دینے کا سبب بنے۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا یا لعنت ملامت کرنا دراصل اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور لعنت ملامت کرنا ہے کیونکہ کسی کو گالی دینے کا لازمی نتیجہ گالی سننا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب بالواسطہ ماں باپ کو گالی دینا یا لعن طعن کرنا گناہ کبیرہ ہے تو براہِ راست ان کو گالی دینا یا لعن طعن کرنا کس قدر مذموم، بڑا گناہ اور رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب ہوگا۔

آج کتنے لوگ ہیں جو معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں اور گالی گلوج کرنے لگتے ہیں جواب میں وہ دوسرا شخص بھی گالی دینے لگتا ہے۔ اور بہت سے نادان تو ایسے بھی ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر خود اپنے ماں باپ سے جھگڑنے لگتے ہیں۔

---

[1] صحیح: صحیح الجامع ۵۸۹۱ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

[2] حسن: صحیح الأدب المفرد، باب ۱۳ لا یسب والدیہ ح ۲۲ /۱۸

اور خود اپنی زبان سے براہِ راست انھیں گالی دینے اور لعنت ملامت کرنے لگتے ہیں۔ سو ان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور اپنے ماں باپ کو یا دوسرے کو بحث و تکرار میں گالی گلوچ دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کو گالی دینے اور لعنت ملامت کرنے یا کسی بھی طرح کی ایذا رسانی سے بچائے۔ آمین۔

والدین کو اُف کہنا باعثِ خسارہ ہے

قرآن پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ والدین کو اُف کہنا یا ان کی نافرمانی کرنی اولاد کے لیے بڑے خسارے اور نقصان کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

«وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدَانِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝» (الأحقاف ۴۶ : ۱۷ - ۱۹)

اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا تم پر افسوس کیا تم مجھ کو یہ بھرادیتے ہو کہ میں (قبر سے) زندہ ہو کر (پھر) نکالا جاؤں گا (اور حشر ہوگا) اور مجھ سے پہلے تو (ہزاروں) قومیں (دنیا میں) گزر چکیں۔ اور اس کے ماں باپ ہیں کہ اللہ سے فریاد کر رہے ہیں۔ (اور اپنی اولاد سے کہہ رہے ہیں) ارے تیرا ستیاناس ہو مسلمان ہو جا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ (پھر) یہی کہتا ہے یہ تو اگلے لوگوں کے (نرے) ڈھکوسلے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اگلے جنات اور آدمیوں کے ساتھ جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں اللہ کا فرمودہ پورا ہوا (کہ میں دوزخ کو آدمیوں اور جنوں سے بھر دوں گا) بے شک وہ تباہ ہونے والے ہی تھے۔ اور ہر ایک کو اپنے اعمال کے موافق (اچھے

یا برے، درجے ملیں گے۔ اور یہ اس لیے ہوگا کہ ان کے اعمال کا پورا بدلہ ان کو
ملے اور ان پر (کسی طرح کا) ظلم نہ ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں بے ادب، نافرمان اور نالائق اولاد کا ذکر فرمایا گیا ہے جو گستاخی اور نافرمانی میں اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ شفیق و مہربان، دین و دنیا کے بہی خواہ ماں باپ کی وعظ و نصیحت اور ایمان کی دعوت قبول کرنے کے بجائے حقارت (گستاخی) سے بات کرتی ہے۔ اور ان کی دعوت و نصیحت اور آخرت کی جوابدہی کے تصور کو پس پشت ڈال کر یہ کہتی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دھمکیوں سے میں نہیں ڈرتا بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے دنیا میں آئیں اور گزر گئیں ان میں سے کوئی شخص بھی اب تک دوبارہ زندہ ہوکر واپس آیا؟ پھر میں کیسے اس کا اعتبار کرلوں؟

اولاد کی اس گستاخی اور نافرمانی کے باوجود ماں باپ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کے لیے دعا کرتے ہیں اور دوسری طرف اسے سمجھاتے ہیں کہ کمبخت اب بھی باز آجا۔ دیکھ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ بعث بعد الموت کی جو خبر اس نے دی ہے وہ اپنے وقت پر ضرور، پوری ہوکر رہے گی۔ اس پر وہ یہ کہہ کر ماں باپ کی نصیحت کو ٹھکرا دیتی ہے کہ یہ سب پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ واقعہ اور حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح جنوں اور انسانوں کی بہت سی جماعتیں اس سے پہلے اپنے تمرد و سرکشی کی وجہ سے جہنم کی مستحق ہوچکی ہیں۔ یہ بدبخت بھی انھیں میں شامل ہیں۔ بھلا ان کی اس سے بڑی بدبختی کیا ہوگی اور اس سے زیادہ نقصان اور خسارہ کیا ہوگا؟ کہ یہ اپنی تجارت میں بجائے نفع حاصل کرنے کے راس المال کو بھی اپنی غفلت و حماقت سے ضائع کر بیٹھے۔

یہ آیت عام ہے ہر اس شخص کے بارے میں جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور کسی بھی قسم کی انھیں تکلیف پہنچائے۔

بعض لوگ اس آیت کا مصداق عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مانتے ہیں۔

جو قطعاً غلط ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اس آیت کے نزول کے بعد اسلام لائے اور ایک اچھے مسلمان اور اپنے زمانے کے بہتر لوگوں میں سے ہوئے۔[1]

درج ذیل روایت سے بھی اس خیال کی تردید ہوتی ہے:

عبداللہ بن مدینی کا بیان ہے کہ مروان نے مسجد میں خطبہ دیا، اس میں میں بھی تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے امیرالمومنین (معاویہ رضی اللہ عنہ) کو یزید کے سلسلے میں ایک اچھی رائے سجھائی ہے کہ وہ یزید کو خلیفہ بنا دیں۔ کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا یہ ہرقلیت (بادشاہوں کی رسم) ہے واللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی اولاد کو یا اپنے گھر کے کسی فرد کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بیٹے کی محبت میں ایسا کیا ہے۔ مروان نے کہا آپ وہی تو ہیں۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے «وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا» اس پر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تو اس ملعون شخص کا بیٹا نہیں ہے جس کے باپ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ دونوں کی گفتگو عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو فرمایا مروان! کیا تو نے عبدالرحمٰن کے بارے میں ایسا ایسا کہا ہے؟ تو جھوٹ کہہ رہا ہے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نہیں نازل ہوئی ہے بلکہ فلاں بن فلاں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پھر واویلا کرتا ہوا مروان منبر سے نیچے اتر آیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس آکر ان سے کچھ دیر گفتگو کی اور واپس گیا۔[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۴/۱۶۷

[2] تفسیر ابن کثیر ۴/۱۶۸ بحوالہ ابن ابی حاتم، اس کے بعد صحیح بخاری کی ایک دوسری سند سے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی روایت نقل کی ہے۔

والدین کی نافرمانی کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ شَيْئٌ أُطِیعَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیهِ أَعْجَلَ ثَوَابًا مِنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَلَیْسَ شَيْئٌ أَعْجَلَ عِقَابًا مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِیعَةِ الرَّحِمِ.[1]

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں میں صلہ رحمی سے زیادہ جلدی کسی چیز کا بدلہ نہیں ملتا، اور ظلم اور قطع رحمی سے زیادہ جلدی کسی چیز کی سزا نہیں ملتی۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ یُعَجِّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْیَا مَعَ مَا یَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ قَطِیعَةِ الرَّحِمِ وَالْخِیَانَةِ وَالْکَذِبِ وَإِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا لَصِلَةُ الرَّحِمِ حَتّٰی إِنَّ أَهْلَ الْبَیْتِ لَیَکُونُوا فَجَرَةً فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ وَیَکْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوا.[2]

قطع رحمی، خیانت اور جھوٹ سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا آدمی کو اللہ تعالیٰ جلدی دنیا ہی میں دیدے، اور ساتھ ہی آخرت کے لیے بھی اسے ذخیرہ بنا کر رکھے۔ اور اطاعت کے کاموں میں سب سے جلدی بدلہ صلہ رحمی کا ملتا ہے یہاں تک کہ بعض گھر والے فاسق و فاجر ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی وجہ سے ان کے مال واولاد میں زیادتی ہوتی ہے۔

---

[1] صحیح: صحیح الجامع ۵۳۹۱ بروایت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ ۲/۷۰۶ ح ۹۷۸۔

[2] صحیح: صحیح الجامع ۵۷۰۵، الصحیحۃ ۹۱۸، صحیح الأدب المفرد باب ۱۳ عقوبۃ عقوق الوالدین ح ۲۳/۲۹۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام رشتے ناطے والوں سے قطع تعلق اللہ کو اتنا ناپسند ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی دیدیتا ہے پھر والدین سے قطع تعلق کرنے اور انھیں تکلیف دینے سے کس قدر ناراض ہوگا۔

نیز دوسری حدیثوں سے صراحت کے ساتھ والدین کی نافرمانی سے دنیاوی سزا کا ثبوت ملتا ہے۔

جیسا کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِثْنَانِ يُعَجِّلُهُمَا اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا: اَلْبَغْيُ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ [۱]

دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا اللہ تعالیٰ جلدی سے دنیا ہی میں دیدیتا ہے (۱) ظلم وزیادتی (۲) والدین کی نافرمانی۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَابَانِ مُعَجَّلَانِ عُقُوبَتُهُمَا فِي الدُّنْيَا: اَلْبَغْيُ وَالْعُقُوقُ [۲]

دو چیزیں ایسی ہیں جن کی سزا دنیا میں جلدی دیدی جاتی ہے (۱) ظلم وزیادتی۔ (۲) والدین کی نافرمانی۔

والدین کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ عَلَى الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى [۳]

---

[۱] - صحیح: صحیح الجامع ۱۳۷ بروایت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ۔ الصحیحۃ ۱۱۲۰۔

[۲] - صحیح: صحیح الجامع ۲۸۱۰ بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ الصحیحۃ ۱۱۲۰۔

[۳] - حسن صحیح: صحیح سنن نسائی الزکاۃ ۲۳ باب المنان بما أعطی ۶۹ ح ۲۴۰۲، مسند أحمد ۱۳۴/۲، صحیح الجامع ۳۰۷۱، الصحیحۃ ۶۷۴۔

تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ (۱) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔
(۲) شراب پر ہمیشگی کرنے والا (دائم الخمر)۔ (۳) مدد کر کے احسان جتانے والا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالدَّيُّوثُ، وَرَجُلَةُ النِّسَاءِ[1]

تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے۔ (والدین کا نافرمان۔ (۲) دیوث (۳) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت۔

دیوث اس شخص کو کہتے ہیں جس کے گھر میں حرام کاری ہو اور وہ علم کے باوجود اُسے نہ روکے۔

ابی بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا ثُمَّ دَخَلَ النَّارَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَأَسْحَقَهُ[2]

جو اپنے والدین کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پائے پھر اس کے بعد جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْعَاقُّ، وَالدَّيُّوثُ الَّذِي يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخُبْثَ[3]

تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے۔ (۱) شراب کا عادی۔

---

[1] صحیح: صحیح الجامع ۳۰۶۳ بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

[2] صحیح: الصحیحۃ ۵۱۵، مسند أحمد ۴/۳۴۴، ۵/۲۹۔

[3] صحیح: صحیح الجامع ۳۰۵۲، الصحیحۃ ۶۷۴۔

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ (۳) دیوث جو اپنی بیوی کی بدکاری کو دیکھے اور اس فعلِ بد سے اسے نہ روکے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مَنَّانٌ.[۱]

نافرمان، شراب کا عادی، احسان جتانے والا جنت میں نہیں جائیں گے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ، وَالْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى.[۲]

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت (۳) دیوث۔

اور تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جو جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ (۱) والدین کا نافرمان (۲) شراب نوشی کا عادی (۳) عطیہ دے کر احسان جتانے والا۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مُكَذِّبٌ بِقَدَرٍ.[۳]

نافرمان، شراب کا عادی اور تقدیر کا جھٹلانے والا جنت میں نہیں جائیں گے۔

---

[۱]۔ حسن: سنن النسائی الأشربۃ باب فی المدمنین فی الخمر ح ۵۶۷۵، مسند أحمد ۲۰۳/۲، بغیۃ الراشد فی تحقیق مجمع الزوائد ۱۱۷/۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے متعدد طرق نقل کرنے کے بعد کہا ہے: وجملۃ القول أن الحدیث بھذہ الطرق والشواھد لاینزل عن درجۃ الحسن (الصحیحۃ ۶۷۳)۔

[۲]۔ صحیح: صحیح الجامع ۳۰۷۱، الصحیحۃ ۶۷۴۔

[۳]۔ حسن: الصحیحۃ ۶۷۵۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

لَا یَدْخُلُ حَظِیْرَۃَ الْقُدُسِ سِکِّیْرٌ، وَلَا عَاقٌّ، وَلَا مَنَّانٌ[1]

نشہ باز، نافرمان اور احسان جتانے والا مقدس حریم (جنت) میں داخل نہیں ہوں گے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا یَلِجُ حَائِطَ الْقُدُسِ : مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا الْعَاقُّ لِوَالِدَیْہِ، وَلَا الْمَنَّانُ عَطَاءَہُ[2]

مقدس باغ (جنت) میں شراب کا عادی، والدین کا نافرمان اور عطیہ دے کر احسان جتانے والا نہیں داخل ہوں گے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ، وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ[3]

شراب کا عادی، جادو پر ایمان رکھنے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔

ان احادیث کی رو سے جو بدنصیب جنت میں جانے اور اس کی دائمی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے سے محروم رہیں گے ان کی فہرست یہ ہے :

(۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) جس کے گھر میں حرام کاری ہوتی ہو اور وہ اُسے

---

[1] - الصحیحۃ ۶۷۳ علامہ البانی نے کہا ہے "واسنادہ صحیح، وھو موقوف فی حکم المرفوع، فھو شاھد قوی لحدیث أنس"

[2] - الصحیحۃ ۶۷۳ علامہ البانی نے بعض راویوں پر کلام کرنے کے بعد لکھا ہے "وبالجملۃ فھو شاھد لابأس بہ"

[3] - حسن : الصحیحۃ ۶۷۸ - بغیۃ الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد ۵/۱۱۵ رقم ۸۲۰۶

نہ رو کے (۳) شراب نوشی کا عادی (۴) احسان جتانے والا (۵) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت۔

لہذا کلمۂ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی گواہی دینے والے ہر شخص کو لازم ہے کہ سوچے اس کا شمار اس مذکورہ فہرست میں تو نہیں ہے۔ اگر اس فہرست میں آتا ہو تو بلا کسی تاخیر کے اس کو توبہ واستغفار کر لینا چاہیے۔ اور والدین کی خدمت واطاعت کر کے انھیں راضی اور خوش کر لینا چاہیے کہ موت کا کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

والدین کے نافرمان پر اللہ کی نظرِ رحمت نہ ہوگی

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظرِ رحمت نہیں کریگا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰـهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ[1]

تین آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا، اپنے ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا عادی اور عطیہ دے کر احسان جتانے والا۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰـهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ وَالدَّيُّوثُ[2]

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظرِ رحمت سے نہیں

---

[1]۔ صحیح : بغیة الرائد فی تحقیق مجمع الزوائد ۸/۲۷۰ البرّ والصلة باب ۲-۱ ح ۱۳۴۳۲ ہیثمی نے کہا ہے رواہ البزار باسنادین، ورجالهما ثقات، مسند أحمد۔

[2]۔ صحیح : صحیح الجامع ۳۰۷۱، الصحیحة ۶۷۴، صحیح سنن نسائی الزکاة باب المنّان بما أعطی ۶۹ ح ۲۴۰۲۔

دیکھے گا، اپنے والدین کا نافرمان اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت اور دیّوث۔

"نظر نہ کرنا" محاورہ ہے، غضبناک ہونے کے معنی میں، کیونکہ جس پر غصّہ کیا جاتا ہے اس کی طرف نظر نہیں کی جاتی ہے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت ایسے لوگوں پر غضب ناک ہوگا جو والدین کی نافرمانی کرتے ہیں، اور شراب نوشی کے عادی ہیں، عطیہ دے کر احسان جتانے والے ہیں۔ ایسی عورتیں جو اپنی چال، ڈھال، قول وگفتار اور لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ایسے لوگ جن کے گھر میں حرام کاری ہو اور وہ علم کے باوجود اسے نہ روکیں۔

تین چیزوں کے ساتھ کوئی عمل مفید نہیں

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا : عَاقٌّ، وَمَنَّانٌ، وَمُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ[1]

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن نہ فرض قبول ہوگا اور نہ نفل: نافرمان، احسان جتانے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ[2]

---

[1] حسن: صحيح الجامع ۳۰۶۵، الصحيحة ۱۷۸۵۔

[2] مسند أحمد ۲/۴۸۴، بغية الرائد في تحقيق مجمع الزوائد ۸/۲۷۶ ح ۱۳۲۵۰۔ ہیثمی نے کہا ہے رواه أحمد ورجاله ثقات۔

بنو آدم کے اعمال ہر جمعہ کی شب میں پیش کیے جاتے ہیں، اور قطع رحمی کرنے والے کا عمل مقبول نہیں ہوتا ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ قطع رحمی کرنے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے، کسی کے ساتھ بھلائی کر کے احسان جتانے والے اور تقدیر کو جھٹلانے والے کا فرض و نفل کوئی بھی عمل بارگاہِ الہٰی میں شرف قبولیت کو نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں آدمی کی ساری نیکیاں برباد کر دیں گی۔ آج ہم صوم و صلاۃ کے پابند ہیں، زکاۃ بھی ادا کرتے ہیں، اور صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں لیکن اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ والدین کی نافرمانی سے پرہیز ہے، نہ احسان جتانے میں ہم پیچھے ہیں، نہ تقدیر پر صحیح طور پر ہمارا ایمان ہے۔

ماں کی بددعا کا ایک عبرت ناک واقعہ

اب یہاں پر ایک واقعہ بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا جس سے یہ واضح ہو جائے کہ واقعی والدین کی بددعا رائگاں اور اکارت نہیں جاتی بلکہ وہ اپنا اثر دکھا کے رہتی ہے۔ اور نافرمان اولاد مرنے سے پہلے ہی اس سے دوچار ہو جاتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: "صرف تین بچوں نے ماں کی گود میں کلام کیا ہے ایک عیسٰی بن مریم، دوسرا جریج سے منسوب بچہ"۔

جُریج ایک عبادت گذار آدمی تھے، اور عبادت و ریاضت کے لیے ایک گرجا گھر بنا رکھا تھا جس میں وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے گرجا میں صلوٰۃ میں مشغول تھے اسی اثناء میں ان کی ماں نے ان کو پکارنا شروع کیا۔ وہ بہت پریشان ہوئے کہ الہٰی ماں کی پکار پر لبیک کہنا اور صلوٰۃ پوری کرنا دونوں ضروری ہیں، اب میں کیا کروں؟ بالآخر انہوں نے صلوٰۃ کو ترجیح دی اور ان کی ماں واپس چلی گئیں۔ دوسرے روز پھر وہ آئیں اور صلوٰۃ کی حالت میں پکارنے لگیں، جُریج! وہ پھر اسی شش و پنج میں رہے کہ الہٰی صلوٰۃ کی مشغولیت

ہے اور میری ماں پکار رہی ہیں میں کیا کروں؟ اس بار بھی انھوں نے صلوٰۃ کو ترجیح دی اور ماں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بیچاری مایوس ہو کر پھر واپس چلی گئیں۔ تیسرے روز پھر یہی معاملہ درپیش ہوا۔ ماں نے بیٹے کو بحالتِ صلوٰۃ پکارا کہ جریج! وہ پھر پریشان ہوئے کہ صلوٰۃ اور ماں کو جواب دینا دونوں ضروری ہے میں کیا کروں؟۔ بالآخر انھوں نے صلوٰۃ کو مقدم رکھا اور ماں کو کوئی جواب نہ دیا۔ ماں نے ناراض ہو کر بد دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ! جریج جب تک زانیہ اور فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے اس کو دنیا سے نہ اٹھا۔ چنانچہ ایک روز بنی اسرائیل نے جریج کی عبادت و ریاضت کا تذکرہ کیا تو ایک نہایت حسین و جمیل عورت نے جس کا حسن ضرب المثل تھا کہا کہ اگر تم لوگ چاہو تو میں اسے بہکا کر فتنہ میں مبتلا کروں۔ بالآخر اس عورت نے ان کا پیچھا کیا، لیکن وہ قابو میں نہ آئے اور کوئی التفات نہ کیا۔ پھر وہ عورت ایک چرواہے کے پاس جو اُن کے گرجا گھر کے پاس رہتا تھا آئی۔

اس چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ جب بچّہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ بچہ جریج عابد کا ہے۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو جریج کے پاس آئے اور انھیں گرجا گھر سے باہر لا کر مارنا شروع کیا اور گرجا کو منہدم کر دیا۔ جریج نے وجہ دریافت کی تو لوگوں نے کہا کہ تم نے فلاں عورت سے زنا کی ہے اور اس کو بچہ پیدا ہوا ہے اس لیے تمھارے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ جب لوگ اس بچّہ کو ان کے پاس لائے تو انھوں نے کہا۔ ذرا ٹھہرو میں صلوٰۃ ادا کر لوں۔ تھوڑی دیر میں صلوٰۃ سے فارغ ہو کر وہ اس بچہ کے پاس آئے۔ اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر پوچھا "یَا غُلَامُ مَنْ أَبُوكَ؟" اے بچہ تیرا باپ کون ہے؟ بچہ نے کہا فلاں چرواہا۔ بچہ کے جواب سے جب جریج کی برأت ہو گئی تو لوگ بہت پشیمان ہوئے اور ان کو چومنے لگے۔ اور کہا کہ ہم آپ کا گرجا سونے کا بنوا دیتے ہیں۔ مگر انھوں نے کہا کہ نہیں مٹی ہی کا جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنوا دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور مٹی کا عبادت خانہ دوبارہ تعمیر کرا دیا۔

ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اتنے میں ایک آدمی جو نہایت تیز رفتار اور خوبصورت جانور پر سوار تھا اس کے پاس سے گذرا تو اس بچہ کی ماں نے کہا اَللّٰھُمَّ

اجْعَلْ اِبْنِیْ هٰذَا مِثْلَ هٰذَا" اے اللہ! میرے اس بیٹے کو اس آدمی کی طرح بنادے
یہ سن کر بچہ نے دودھ پینا بند کر دیا اور اس سوار کی طرف متوجہ ہو کر اسے دیکھنے لگا اور کہا
"اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ" اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شہادت کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر اس بچہ کے دودھ
پینے کی کیفیت بیان کر رہے تھے۔ پھر کچھ لوگ ادھر سے گذرے جو ایک لونڈی کو مار
رہے تھے اور کہہ رہے تھے تو نے زنا کیا ہے، تو نے چوری کی ہے۔ اور وہ لڑکی کہہ رہی
تھی "حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ سب سے
اچھا کارساز ہے۔ تو اس کی ماں نے کہا "اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَهَا" اے اللہ!
میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا۔ یہ سن کر بچہ نے دودھ پینا بند کر دیا اور اس لونڈی کو دیکھ کر
کہا "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا" اے اللہ! مجھے اس جیسا بنادے۔

پھر وہ عورت اپنے بچہ سے یوں ہمکلام ہوئی کہ ایک خوبصورت آدمی گذرا تو میں نے
اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنادے تو تو نے کہا اے اللہ! مجھے
اس جیسا نہ بنا۔ اور جب لونڈی کے ساتھ لوگ گذرے اور وہ لونڈی کو مار رہے تھے اور
اسے زنا اور چوری کی طرف منسوب کر رہے تھے تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے
کو اس جیسا نہ بنا، تو تو نے کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا بنادے۔ تو بچہ نے جواب دیا کہ
وہ آدمی ظالم و جابر تھا اس لیے میں نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنا اور اس
لونڈی کو لوگ زانیہ اور چور کہہ رہے تھے حالانکہ اس نے زنا اور چوری کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔
اس لیے میں نے کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنادے [۱]

دیکھا آپ نے ماں کی بددعا کا اثر، ایک عبادت گذار اور شب زندہ دار کے لیے ماں
کی اطاعت ادائے صلوٰۃ سے ٹکرا گئی۔ اور انھوں نے صلوٰۃ کو ترجیح دی، جس پر ماں نے ناراض

---

[۱] صحیح مسلم البرّ والصلة ۴۵ باب ۲ تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلوٰة
ح ۸ - ۲۵۵۰ -

ہو کر بد دعا کر دی جو بارگاہِ الٰہی میں درجۂ قبولیت کو پہنچ گئی اور اس عابد و زاہد کو زنا سے متہم کر دیا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نومولود بچہ کو قوتِ گویائی عطا فرما کر اس کو اس الزام سے بری کر دیا۔ لیکن کچھ دیر کے لیے ماں کی بد دعا کی وجہ سے شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ نوافل پر خدمت واطاعت والدین کو مقدم رکھا جائے گا کیونکہ نوافل پر برقرار رہنا واجب نہیں ہے۔ اور ماں کی پکار پر لبیک کہنا واجب ہے اور اس کی نافرمانی حرام ہے[1]۔

مگر آج ہمارا حال یہ ہے کہ والدین کی خدمت واطاعت کا ذرا بھی خیال نہیں صلوٰۃ وتلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات کی حالت میں تو درکنار بے کار بیٹھے رہنے کے باوجود نہایت جرأت اور بے باکی سے ان کے حکموں کو رد کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی نافرمانی سے بچائے اور زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت واطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باپ کی نافرمانی کا ایک سبق آموز قرآنی واقعہ

نوح علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں۔ ساڑھے نو سو برس تک شب و روز اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے رہے اور شرک و بت پرستی اور اللہ کی نافرمانی سے نکال کر راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے مگر گنتی کے چند لوگوں کے سوا پوری قوم اپنی پرانی روش پر قائم رہی۔ ایسے ہی بدنصیب اور نافرمان لوگوں میں نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی تھا۔ جب قوم کی تکذیب و سرکشی اور ایذارسانی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو یہ وحی کی کہ "تیری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں بس اب ان کے سوا اور کوئی ایمان نہ لائے گا تو ان کی بداعمالیوں پر تو رنج مت کیجئے"

---

[1] - شرح صحیح مسلم للنووی البرّ والصلۃ ۱۶/۱۰۵۔

جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السّلام کو قوم سے کلیۃً مایوس کر دیا تو نوح علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی:

«اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ» (القمر ۵۴ : ۱۰)

میں بے بس ہوں، ان سے میرا بدلہ لے۔

اور نافرمان قوم کے بارے میں بد دعا کی:

«رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۝» (نوح ۷۱ : ۲۶)

اے پروردگار! روئے زمین پر کافروں کا ایک گھر باقی نہ چھوڑ۔

آخر کار نوح علیہ السّلام کی بد دعا قبول ہو گئی، آسمان سے موسلا دھار پانی برسنے لگا، زمین سے چشموں کی طرح پانی ابلنا شروع ہو گیا، عاصی اور نافرمان لوگ پانی کے طوفان میں غرقاب ہونے لگے۔ نوح علیہ السّلام اہلِ ایمان کو ساتھ لے کر کشتی میں بیٹھ گئے اور کشتی پہاڑوں جیسی موجوں میں چلنے لگی، ایسے نازک لمحے میں بھی نوح علیہ السّلام کا لڑکا کافروں کے ساتھ رہ گیا۔ شفقتِ پدری سے مجبور ہو کر نوح علیہ السّلام نے اپنے بیٹے کو پکارا۔ میرے پیارے بیٹے! تو ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ۔ وہ کہنے لگا کہ میں ابھی اس پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ پانی کے طوفان سے مجھے بچا لیگا۔ نوح علیہ السّلام نے پھر اسے سمجھایا کہ آج اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر بھی وہ نافرمان لڑکا باپ کی نصیحت نہیں قبول کرتا ہے۔ باپ بیٹے کی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ پانی کی موج دونوں کے بیچ میں آن پڑی اور وہ نافرمان لڑکا ان لوگوں میں شریک ہو گیا جو ڈبو دیے گئے۔

نوح علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے نافرمان بیٹے کو بچانے کی درخواست کی "میرے رب! میرا بیٹا میرے ہی گھر والوں میں سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور سب حاکموں میں تو بڑا حاکم ہے"۔ نوح علیہ السّلام کی یہ درخواست بھی نافرمان بیٹے کو نہیں بچا سکی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا "اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے، اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں، جو بات تجھ کو معلوم نہیں وہ مجھ سے مت

مانگ، میں تجھ کو نادانوں میں شریک ہونے سے ڈراتا ہوں"۔

بالآخر وہ نافرمان بیٹا اپنی نافرمانی کی وجہ سے نوح علیہ السّلام کی تمامتر کوششوں کے باوجود ان کی نگاہوں کے سامنے غرق کر دیا گیا۔ اور اپنی نافرمانی کا مزہ دنیا ہی میں چکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پورا واقعہ قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

«وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ○ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ○ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ○ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰی نُوْحُ اِۨبْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ○ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ○ وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ○ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ

بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝»

(هود ۱۱ : ۳۶-۴۷)

اور نوح کو وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں بس اب ان کے سوا اور کوئی ایمان نہ لائے گا تو ان کے کاموں پر جو یہ کرتے ہیں تو رنج مت کر۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم کے موافق کشتی تیار کر اور ظالموں کے مقدمہ میں مجھ سے مت بول، وہ ضرور ڈوبیں گے اور وہ (نوح) کشتی بنانے لگا۔ اور جب اس پر اس کی قوم کا ایک گروہ گذرتا تو اس سے ٹھٹھا کرتا۔ نوح نے (ان سے) کہا اگر تم ہم پر (آج) ٹھٹھا مارتے ہو (تو کل) ہم تم پر ماریں گے جیسے تم آج ٹھٹھے مارتے ہو تو اب جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کس پر (ہم پر یا تم پر دنیا میں) رسوائی کا عذاب آن پڑتا ہے اور ہمیشہ کا عذاب کس پر اترتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آن پہنچا اور تنور نے جوش مارا تو ہم نے (نوح سے) کہہ دیا ہر قسم کے (جانوروں میں سے) دو دو جوڑے (ایک نر ایک مادہ) اور اپنے گھر والوں کو ان کے سوا جن کے لیے (ہلاکت کا) حکم ہو چکا اور ایمانداروں کو (اپنے ساتھ) کشتی میں سوار کر لے اور تھوڑے ہی سے آدمی اس پر ایمان لائے تھے اور نوح نے (اپنی امت سے) کہا اس میں سوار ہو جاؤ اس کے چلتے وقت اور ٹھہرتے وقت اللہ کا نام لے کر۔ بے شک میرا مالک بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ (کشتی) پہاڑوں کی سی موجوں میں ان کو لیے ہوئے جا رہی تھی۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی، وہ کشتی سے الگ تھا۔ بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ وہ کہنے لگا میں ابھی اس پہاڑ پر ہو رہتا ہوں جو (طوفان کے) پانی سے مجھ کو بچا لے گا۔ نوح نے کہا آج اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا مگر جس پر اللہ ہی رحم کرے (وہ بچ سکتا ہے) اور (باپ بیٹے یہ باتیں کر رہے تھے کہ پانی کی) موج دونوں کے بیچ میں حائل ہو گئی اور وہ بھی ان میں شریک ہوا جو ڈبو دیئے گئے (اور جب طوفان ختم ہوا تو) حکم دیا اے زمین اپنا پانی چوس لے اور اے آسمان کھل جا (برسنا موقوف کر)

اور پانی اتر گیا اور کام پورا ہوگیا۔ (تمام کافر ہلاک ہوگئے) اور کشتی جودی (پہاڑ) پر جاکر ٹھہری اور حکم ہوا کہ بے انصاف لوگ (اللہ کی بارگاہ سے) دھتکارے گئے۔ اور نوح نے اپنے مالک کو پکارا اور کہا مالک (آخر تو) میرا بیٹا میرے ہی گھر والوں میں سے ہے۔ اور تیرا وعدہ بے شک سچا ہے اور سب حاکموں میں تو بڑا حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ تو جو بات تجھ کو معلوم نہیں (جس کی حقیقت تو نہیں جانتا) وہ مجھ سے مت مانگ، میں تجھ کو نادانوں میں شریک ہونے سے ڈراتا ہوں۔ نوح نے عرض کیا مالک! میں ایسی بات پوچھنے سے جس کی حقیقت میں نہیں جانتا تیری پناہ مانگتا ہوں اور اگر تو مجھ کو نہ بخشے (میرا قصور معاف نہ کرے) اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔

وصیت نبوی

عزیزو! لوگ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی وصیت کا بہت خیال و لحاظ کرتے ہیں اور ہر ممکن طریقہ سے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کیا یہی جذبہ اور تڑپ نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے بارے میں بھی ہے۔

آیئے آپ کی ایک گرانقدر وصیت پڑھیے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجیے جو ایک جلیل القدر صحابی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہم سب تک پہنچی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی ہے:

(۱) لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ (۲) وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ (۳) وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا، فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ (۴) وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا، فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ

فَاحِشَةٍ (۵) وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ، فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ (۶) وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ، وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ (۷) وَ إِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ (۸) وَأَنْفِقْ عَلَىٰ أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ (۹) وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا (۱۰) وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ [1]

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بنانا، اگرچہ تجھے مار ڈالا جائے اور (ٹکڑے ٹکڑے کرکے) نذرِ آتش کر دیا جائے (۲) ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا، اگرچہ تجھے وہ بیوی بچوں اور مال و متاع سے علیحدگی کا حکم دیں (۳) جان بوجھ کر صلوٰۃِ مفروضہ مت چھوڑنا، کیونکہ جس نے جان بوجھ کر صلوٰۃ چھوڑی اس سے اللہ کا ذمہ ختم ہو گیا (۴) شراب اور کوئی بھی نشہ آور چیز نہ پینا، اس لیے کہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا، کیونکہ نافرمانی سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے (۶) میدان جنگ سے راہِ فرار مت اختیار کرنا، اگرچہ سب لوگ جامِ شہادت نوش کر کے ختم ہو جائیں (۷) اگر کسی جگہ لوگ کسی وبا میں مبتلا ہو کر مر رہے ہوں اور تو ان لوگوں میں موجود ہو تو موت کے خوف سے جگہ مت چھوڑنا بلکہ وہاں ثابت قدم رہنا (۸) اپنی وسعت و طاقت کے مطابق اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا (۹) اپنے بیوی بچوں کو ادب و تہذیب سکھانے میں سستی اور کوتاہی نہ کرنا اگرچہ لاٹھی کا سہارا لینا پڑے (۱۰) اللہ کے بارے میں اپنے بیوی بچوں کو ڈراتے رہنا۔

اور امیمہ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہی تھی اسی اثنا میں ایک آدمی آیا اور کہا مجھے وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

---

[1] حسن: صحیح الترغیب والترهیب الصلاة ۵ باب الترهیب من ترك الصلاة تعمداً ۴۰۱ ح ۵۶۷، مسند أحمد ۲۳۸/۵، إرواء الغلیل ۲۰۲۶۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَإِنْ قُطِعْتَ وَحُرِّقْتَ بِالنَّارِ، وَلَا تَعُصِ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخَلَّى مِنْ أَهْلِكَ وَدُنْيَاكَ فَتَخَلَّ، وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ .... الحديث [1]

اللہ کے ساتھ کسی چیز کو ساجھی نہ بنانا، اگرچہ تجھے بوٹی بوٹی کردیا جائے اور آگ سے جلا کر خاک کردیا جائے، اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا، اور اگر تجھے اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت سے الگ ہونے کا حکم دیں تو الگ ہو جانا اور شراب نہ پینا کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور جان بوجھ کر کوئی صلوٰۃ نہ چھوڑنا اس لیے کہ جس نے جان بوجھ کر صلوٰۃ چھوڑی اس سے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نو باتوں کی وصیت فرمائی:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتَ أَوْ حُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكَنَّ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ مُتَعَمِّدًا، وَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ، وَأَطِعْ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ دُنْيَاكَ، فَاخْرُجْ لَهُمَا، وَلَا تُنَازِعَنَّ وُلَاةَ الْأَمْرِ وَإِنْ رَأَيْتَ أَنَّكَ أَنْتَ، وَلَا تَفِرَّ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكْتَ وَفَرَّ أَصْحَابُكَ وَأَنْفِقْ مِنْ طَوْلِكَ عَلَى أَهْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ أَهْلِكَ وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ [2]

---

[1] حسن: صحیح الترغیب والترهیب ج ۱- الصلاة ۵ باب الترهيب من ترك الصلاة تعمدا ۳۰۰ ح ۵۶۸ -

[2] حسن: صحیح الأدب المفرد باب بر والدیه ما لم یكن معصیة ح ۱۴ ص ۱۸، إرواء الغليل ۲۰۲۶ -

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بنانا، اگرچہ تجھے بوٹی بوٹی کر دیا جائے یا نذرِ آتش کر دیا جائے (۲) اور جان بوجھ کر فرض صلاۃ نہ چھوڑنا، کیونکہ جو جان بوجھ کر صلوٰۃ چھوڑے گا اس سے اللہ کے حفظ وامان کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی (۳) اور شراب نوشی نہ کرنا اس لیے کہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے (۴) اور اپنے والدین کی اطاعت کرنا اور اگر وہ دونوں تجھے تیری دنیا (مال و دولت) سے نکلنے کا حکم دیں تو ان کی رضامندی کی خاطر تو نکل جانا (۵) اور والی اور امیر سے اختلاف نہ کرنا اگرچہ تو اس کا اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھے (۶) اور لڑائی کے میدان سے نہ بھاگنا، اگرچہ تو ہلاک ہو جائے اور تیرے ساتھی راہِ فرار اختیار کر لیں (۷) اور اپنی طاقت کے مطابق اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا (۸) اور اپنے گھر والوں سے اپنی لاٹھی نہ اٹھانا (۹) اور اللہ عزوجل کے بارے میں اپنے گھر والوں کو ڈراتے رہنا۔

جبرئیل علیہ السلام کی بد دعا سے بچو

کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ، فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِيْن۔ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ: آمِيْن۔ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ: آمِيْن۔ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ: بُعْدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ: آمِيْن۔ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بُعْدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِيْن۔ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بُعْدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ الْكِبَرُ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِيْن [۱]

منبر کے پاس آ جاؤ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ منبر پر چڑھنے لگے پہلے درجہ پر قدم رکھ کر

---

[۱] صحیح: صحیح الترغیب والترہیب ج ۱ - الصوم ۹ باب الترغیب فی صیام =

فرمایا: آمین۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے زینہ پر چڑھنے کے بعد بھی آپ نے پکارا۔ آمین۔ جب آپ منبر سے اترے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو کبھی نہیں سنتے تھے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے بیان فرمایا کہ جبرئیل علیہ السّلام میرے پاس آئے اور یہ بددعا کی کہ جو رمضان کا مبارک مہینہ پائے اور توبہ و استغفار کر کے اپنے گناہوں کو معاف نہ کرالے وہ رحمتِ الٰہی سے دور ہو۔ اس پر میں نے کہا۔ آمین۔ اور جب دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو جبرئیل امین نے کہا جس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے اس کے لیے رحمتِ الٰہی سے دوری ہو، اس پر میں نے کہا۔ آمین۔ اور جب تیسرے زینہ پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السّلام نے کہا کہ جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو بوڑھاپا پایا اور ان کی خدمت واطاعت کر کے جنت میں داخل نہیں ہو گیا وہ رحمتِ باری سے دور ہو۔ اس پر میں نے کہا۔ آمین۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا رَقِيَ الدَّرَجَةَ الْأُولٰى قَالَ: آمِيْن۔ ثُمَّ رَقِيَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ: آمِيْن۔ ثُمَّ رَقِيَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: آمِيْن۔ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! سَمِعْنَاكَ تَقُوْلُ: آمِيْن۔ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: لَمَّا رَقِيْتُ الدَّرَجَةَ الْأُولٰى جَاءَنِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: شَقِيَ عَبْدٌ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ: آمِيْن۔ ثُمَّ قَالَ: شَقِيَ عَبْدٌ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ: آمِيْن۔ ثُمَّ قَالَ: شَقِيَ

رمضان احتسابًا وقیام لیلہ ۲ ح ۹۸۱ و ۹۸۲ بروایت حسن بن مالك بن حویرث عن أبیه عن جده و ۹۸۳ بروایت ابو هریرة رضی اللّٰه عنه۔

عَبۡدٌ ذُكِرۡتَ عِنۡدَهٗ وَلَمۡ يُصَلِّ عَلَيۡكَ ، فَقُلۡتُ : آمِيۡنَ ۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے، جب آپ پہلے زینہ پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ پھر دوسرے پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ پھر تیسرے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ سے تین مرتبہ آمین کہتے ہوئے سنا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں پہلے زینہ پر چڑھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا بدنصیب ہے وہ شخص جو رمضان کا مبارک مہینہ پائے اور اس کے خیر و برکت سے فائدہ اٹھا کر اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرالے۔ تو میں نے آمین کہا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ بدنصیب ہے وہ شخص جو اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور ان کی خدمت و اطاعت کر کے جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ اس پر میں نے کہا، آمین۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ بدنصیب ہے وہ شخص جس کے پاس آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔ اس پر میں نے کہا، آمین۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام جن کا درجہ تمام فرشتوں میں سب سے اونچا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاس رب العالمین کی طرف سے وحی لے کر آتے تھے وہ بددعا کر رہے ہیں اس پر نبی الانس و جاں اشرف الانبیاء، خاتم الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین پکار کر اس کی قبولیت کی تاکید کر رہے ہیں تو بھلا اس کے رحمتِ الٰہی سے محروم اور دور ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے جو ماہِ رمضان میں صوم نہ رکھے اور توبہ واستغفار کر کے اپنے گناہ نہ بخشوالے اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ پر درود و سلام نہ بھیجے اور جو اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت و اطاعت نہ کرے۔

فائدہ: قرآن و حدیث میں بوڑھے ماں باپ کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ وہ

---

[1] صحیح لغیرہ: صحیح الأدب المفرد باب من ذکر عندہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصل علیہ ۲۴۷ ح ۵۰۰/۶۴۴۔

بڑھاپے میں خدمت کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں ورنہ ماں باپ بوڑھے ہوں یا جوان، ان کی خدمت واطاعت بہرحال ضروری ہے۔

پس رحمتِ الٰہی سے دوری کے اسباب ترک کر کے رحمت کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرنا باعثِ لعنت اور گناہ کبیرہ ہے

اولاد کا اپنے خاندان کو حقیر سمجھ کر یا کسی عار اور شرم کی وجہ سے اپنی نسبت کسی دوسرے خاندان کی طرف کرنا اور اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا باپ قرار دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور اس غلط انتساب کی وجہ سے آدمی دنیا و آخرت دونوں میں دردناک عذاب کا سزاوار، رحمتِ الٰہی سے دور اور خالق و مخلوق دونوں کی لعنت و پھٹکار کا مستحق ہوگا۔

زمانۂ جاہلیت میں کوئی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ہمیشہ کے لیے وہ اس سے جدا ہو جاتی، اسی طرح کوئی کسی کو اپنا متبنّٰی (مُنہ بولا بیٹا) بنا لیتا تو وراثت و حرمت وغیرہ میں وہ اس کا حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اس پر بیٹے کے سارے احکام جاری ہوتے تھے۔

اسلام کی آمد سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کو اپنا متبنّٰی (مُنہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا، عرب کے دستور کے مطابق لوگ انھیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے لگے۔ چونکہ اس قسم کے الحاق و انتساب میں بہت سی مضرّتیں ہیں اس لیے اسلام نے اس لفظی اور مصنوعی تعلق کو حقیقی اور قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لیے ان رسوم و مفروضات کی بڑی شدّ و مد سے تردید کی۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس جاہلی رسم کو ختم کرنے اور لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے پکارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ

ارشاد ربّانی ہے:

«مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ○ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○» (الأحزاب ۳۳ : ۴-۵)

اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ اور نہ تمھاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمھاری ماں بنایا اور نہ تمھارے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کو تمھارا بیٹا بنایا۔ یہ باتیں تم اپنے مُنہ سے بکتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور (لوگوں کو) سیدھی راہ بتلاتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات زیادہ انصاف کی ہے۔ پھر اگر تم کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو وہ تمھارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔ اور بھول چوک اگر تم سے ہو جائے تو تم پر کچھ گناہ نہیں البتہ اگر قصداً ایسا کرو (تو گناہ گار ہو گے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آگے ارشاد فرمایا:

«مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○» (الأحزاب ۳۳ : ۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری پیغمبر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔[1]

جس شخص نے اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، یا کسی غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کا غلام ہونے کا دعویٰ کیا تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس سے نفل قبول کرے گا نہ فرض۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنِ ادَّعَى إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔[2]

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ۔[3]

اپنے آباء واجداد سے اعراض نہ کرو، کیونکہ جو اپنے باپ سے اعراض کرے گا وہ کافر (اللہ اور ماں باپ کا ناشکرہ) ہوگا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1]۔ صحیح مسلم العتق ۲۰ باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ ۴ح ۲۰ - ۱۵۰۸۔

[2]۔ صحیح بخاری الفرائض ۸۵ باب من ادّعی إلی غیر أبیہ ۲۹ ح ۶۷۶۶، المغازی ۶۴ باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان ۵۶ ح ۴۳۲۶، صحیح مسلم الإیمان ۱ باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیہ وھو یعلم ۲۷ح ۱۱۵ – ۶۳۔

[3]۔ صحیح بخاری الفرائض ۸۵ باب ۲۹ ح ۶۷۶۸، صحیح مسلم الإیمان ۱ باب ۲۷ ح ۱۱۳ – ۶۲۔

کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَىٰ لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعَىٰ مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: يَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ[1]

جس شخص نے بھی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا اور وہ جانتا ہے (کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے) تو اس نے کفر کیا، اور جس نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔ اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا کہا کہ اے اللہ کے دشمن، حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو وہ کلمۂ کفر اس کہنے والے پر لوٹ جائے گا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنِ ادَّعَىٰ إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمَىٰ إِلَىٰ غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ[2]

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا یا کسی غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو اپنا آقا بنایا تو اس پر تا قیامت اللہ تعالیٰ کی پے در پے لعنت ہوگی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] - صحيح بخاری المناقب ٦١ باب ٥ ح ٣٥٠٨، صحيح مسلم الإيمان باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ٢٧ ح ١١٢ - ٦١۔

[2] - صحيح: صحيح الجامع ٥٩٨٧۔

فرمایا:

مَنِ انْتَسَبَ إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّىٰ غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ[1]

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، یا اپنے علاوہ کسی دوسرے کے غلام کا ولی بنا، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ادَّعَىٰ إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ[2]

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔

اور یہی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَنِ ادَّعَىٰ إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ فَلَنْ يَرِحَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَرِيحُهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا۔[3]

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، وہ ہرگز جنت

---

[1]۔ صحیح: صحیح سنن ابن ماجة الحدود ۲۰ باب من ادعى إلى غير أبيه أو تولى غير مواليه ۳۶ ح ۲۱۱۳، صحيح الجامع ۶۱۰۴۔

[2]۔ صحیح: صحيح الجامع ۵۹۸۸۔

[3]۔ صحیح: الصحيحة ۲۳۰۷۔

کی خوشبو نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے۔

واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَىٰ أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَهُ، أَوْ يَقُولَ عَلَى الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ [1]

سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کرے، یا جھوٹا خواب بیان کرے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔

---

[1] - صحیح بخاری مناقب ۶۱ باب ۵ ح ۳۵۰۹ -

غیر مسلم والدین کے بارے میں اسلام کا حکم

غیر مسلم والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک اور نصح و دعاء خیر

قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مطالعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر بدقسمتی سے ہمارے ماں باپ کافر و مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہیے۔ جیسا کہ درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

- اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

«وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا» (لقمان ۳۱ : ۱۵)

اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرا جن کا تجھ کو علم نہیں تو تو (اس کام میں) ان کا کہنا نہ مان، اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

«لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○» (الممتحنة ۶۰ : ۸-۹)

جو لوگ (کافروں میں سے) دین پر تم سے نہیں لڑے، اور نہ تم کو تمھارے گھروں سے انھوں نے نکالا ان سے بھلائی اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا ہے۔ کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تو تم کو ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جو دین پر تم سے لڑے (انھوں نے مذہبی جنگ کی) اور انھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نکال باہر کیا۔ اور تمھارے نکالنے پر (تمھارے دشمنوں کی) مدد کی۔ اور جو لوگ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں وہ ظالم ہیں۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قتیلہ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس گوہوں، بیر کی پتیوں اور گھی کا ہدیہ لے کر آئیں۔ جب کہ وہ مشرکہ تھیں۔ تو اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کا ہدیہ قبول کرنے اور انھیں اپنے گھر کے اندر داخل ہونے سے منع کر دیا۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی مشرکہ ماں کا ہدیہ قبول کرنے اور انھیں اپنے گھر میں رکھنے کی اجازت دی۔[۱]

ایک روایت میں مزید صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء رضی اللہ عنہا کو اپنی مشرکہ ماں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، چنانچہ وہ کہتی ہیں:

إِنَّ أُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذْ عَاهَدَهُمْ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّيْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّيْ؟ قَالَ: نَعَمْ صِلِيْ أُمَّكِ.[۲]

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ۴/ ۳۶۹۔

[۲] صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الھبۃ ۵۱ باب الھدیۃ للمشرکین ۲۹ ح ۲۶۲۰ وکتاب الأدب ۷۸ باب ۸ ح ۵۹۷۹، وکتاب الجزیۃ ۵۸ باب ۱۸ ح ۳۱۸۳، صحیح مسلم الزکاۃ ۱۲ باب ۱۴ ح ۵۰/ ۱۰۰۳۔

میری ماں میرے پاس آئیں اس حال میں کہ وہ مشرکہ تھیں، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ قریش سے حدیبیہ کی صلح ہو چکی تھی۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہوئی ہیں، اور وہ اسلام سے بیزار ہیں یا میرے مال کی خواہشمند ہیں تو کیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی جوڑا فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اسے خرید لیجیے اور جمعہ کے روز اور وفود کی آمد پر اسے زیب تن فرمایا کیجیے۔ آپ نے فرمایا اِنَّمَا یَلْبَسُ ھٰذِہٖ مَنْ لَا خَلَاقَ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ یعنی یہ وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر ان میں سے کچھ جوڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے تو آپ نے ایک جوڑا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے کہا کہ اسے میں کیسے پہن سکتا ہوں؟ جب کہ آپ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسے وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے تجھ کو اس لیے نہیں دیا تھا کہ تو پہنے بلکہ اس لیے دیا تھا کہ اسے فروخت کردے یا اپنی عورتوں کو پہنا دے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک اخیافی (ماں شریک) بھائی کے پاس جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا بھیج دیا۔[1]

- عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ جب عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابیّ کو یہ خبر پہنچی کہ ان کے باپ عبد اللہ بن ابیّ (جو منافقوں کا رئیس تھا) نے کہا ہے:

«لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا»

اور

---

[1] صحیح بخاری کتاب الھبۃ ۵۱ باب الھدیۃ للمشرکین ۲۹ ح ۲۶۱۹، صحیح الأدب المفرد باب بر الوالد المشرک ۱۱ ح ۲۰/ ۲۶ وباب صلۃ ذی الرحم المشرک والتھدیۃ ۳۱ ح ۵۲/ ۷۱۔

«لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ»

یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر اپنا پیسہ اس وقت تک خرچ نہ کرو جب تک وہ ان کا ساتھ نہ چھوڑ دیں۔ اور اگر ہم (اس سفر سے) لوٹ کر مدینہ گئے تو عزیز ترین شخص (عبداللہ بن ابی) مدینہ سے ذلیل ترین شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ) کو ضرور نکال کر باہر کر دے گا۔

تو عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی (میرے باپ) کو اس کے جرم کی پاداش میں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر واقعی آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجیے میں اس کا سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں لے آؤں گا۔ واللہ قبیلہ خزرج کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ اپنے والد کا مطیع و فرماں بردار پورے خزرج میں کوئی نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو میرے باپ کو قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اپنے باپ کے قاتل کو زمین پر چلتا ہوا نہ دیکھ سکوں۔ اور اسے قتل کر دوں، تو ایک کافر کے بدلے ایک مومن کا قاتل بن جاؤں اور اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جاؤں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بَلْ نَتَرَفَّقُ بِهٖ، وَنُحْسِنُ صُحْبَتَهٗ مَابَقِيَ مَعَنَا" جب تک وہ ہمارے ساتھ رہے گا ہم اس کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کرتے رہیں گے۔[1]

- اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اپنے کافر باپ کے ساتھ نصح اور خیر خواہی کا ذکر یوں فرمایا ہے:

«وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۴/ ۳۹۳۔

صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ ﴾ (مریم ۱۹ : ۴۱ - ۴۵)

اور (اے پیغمبر) قرآن میں ابراہیم کا ذکر کرو وہ بڑا سچا پیغمبر تھا۔ جب اس نے اپنے باپ (آذر) سے کہا اے میرے باپ آپ اس کو کیوں پوجتے ہیں ؟ جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتا ہے۔ اے میرے باپ ! مجھ کو وہ علم آچکا ہے جو آپ کو نہیں آیا۔ (گو میں عمر میں آپ سے چھوٹا ہوں) آپ میرے کہنے پر چلیے میں آپ کو سیدھا راستہ بتا دوں گا (توحید اور ایمان کا راستہ) اے میرے باپ ! شیطان کو مت پوجیے (اس کا کہا مت مانیے) کیونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کا مخالف اور نافرمان ہے۔ اے میرے باپ ! میں ڈرتا ہوں (کہیں آپ کے شرک اور کفر کی وجہ سے) اللہ کی طرف سے کوئی عذاب لاحق ہو جائے پھر آپ (دوزخ میں) شیطان کا رفیق بن جائیں۔

● ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی ماں کو دعوتِ اسلام دیتا تھا جب کہ وہ مشرکہ تھیں۔ ایک روز میں نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھے ایسی بات کہی، جس سے مجھے تکلیف ہوئی میں روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا، یارسول اللہ ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا تو وہ انکار کر جاتی تھیں لیکن آج میں نے انھیں دعوت دی تو انھوں نے آپ کے بارے میں تکلیف دہ بات کہی۔ آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی (میری) ماں کو ہدایت دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ"، اے اللہ ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے خوش ہو کر وہاں سے نکلا۔ اور گھر کے پاس پہنچا تو دیکھا دروازہ بند ہے۔ میری ماں نے میرے پیروں کی آہٹ سنی تو کہا۔ ابو ہریرہ ! اپنی جگہ پر رکے رہو۔ اور میں نے پانی کی آواز سنی وہ غسل سے فارغ ہو گئیں

اپنا لباس زیب تن کیا۔ اور جلدی سے اپنا دوپٹہ اوڑھا اور دروازہ کھولا پھر کہا ابوہریرہ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا۔ میں خوشی سے رو رہا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ خوش ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی۔ اس پر آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے آپ دعا فرما دیجیے کہ مجھ کو اور میری ماں کو اپنے مومن بندوں کے لیے محبوب بنا دے۔ اور انھیں ہمارے نزدیک محبوب بنا دے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا (يعني أباهريرة) وَأُمَّهٗ إِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ" اے اللہ! اپنے اس بندہ (ابوہریرہ) کو اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کے نزدیک محبوب بنادے۔ اور مومنوں کو ان کے نزدیک محبوب بنادے۔ اس دعا کا اتنا بڑا اثر ہوا کہ جو مومن بھی مجھ کو سن لیتا ہے اور دیکھتا نہیں ہے۔ وہ ضرور مجھ سے محبت کرتا ہے۔[1]

مشرک والدین کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ مشرک اور کافر والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا، ان کے ساتھ نصح اور خیر خواہی کرنا اور دعائے خیر کرنا جائز ہے۔ البتہ ایسے والدین کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ خواہ ان کے قرابتدار

---

[1]- صحیح مسلم کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۴ باب فی فضل أبی هريرة رضی اللہ عنہ ۳۵ ح ۱۵۸ - ۲۴۹۱ -

ہی کیوں نہ ہوں۔ جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

«مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○»

(التوبة ۹ : ۱۱۳-۱۱۴)

پیغمبر اور ایمان والوں کو نہیں چاہیے کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔ گو وہ ان کے رشتے دار ہوں۔ جب ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ وہ (مشرک) دوزخی ہیں۔ اور ابراہیم (علیہ السّلام) نے جو اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا مانگی تھی تو وہ صرف ایک وعدہ (کی وجہ) سے جو انھوں نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ پھر جب ابراہیم پر ظاہر ہوگیا کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے الگ ہو گئے (بیزار ہو گئے) بے شک ابراہیم علیہ السّلام بڑے نرم دل بردبار تھے۔

اس آیت کی شانِ نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات ہیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ :

ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا "أَيْ عَمِّ قُلْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ" چچا! آپ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہہ دیجیے تاکہ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کے بارے میں کچھ عرض کرسکوں۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے مُنہ موڑ رہے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں تلقین کرتے رہے اور وہ کافر اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر کار مرتے وقت ابوطالب "هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ" کہہ کر مر گئے۔ اور لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ میں آپ کے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے

منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے مشرک والدین کے لیے مغفرت کی دعا کر رہا تھا۔ تو میں نے کہا کیا تو اپنے مشرک والدین کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کیا ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا نہیں کی تھی؟ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

اور بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب کہ ایک ہزار صحابہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ ہمارے ساتھ ایک جگہ اترے، دو رکعت صلوٰۃ پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا:

إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِي الْإِسْتِغْفَارِ لِأُمِّي فَلَمْ يَأْذَنْ لِي فَدَمَعَتْ عَيْنَايَ رَحْمَةً لَهَا مِنَ النَّارِ، وَإِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُوْرُوهَا لِتُذَكِّرَ زِيَارَتُهَا خَيْرًا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيْ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلُوا وَأَمْسِكُوا مَا شِئْتُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فِي الْأَوْعِيَةِ فَاشْرَبُوا فِي أَيِّ وِعَاءٍ شِئْتُمْ وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا۔[3]

---

[1] تفسیر فتح القدیر ۲/۴۱۱، بحوالہ صحیحین۔ تفسیر ابن کثیر ۲/۴۳۱

[2] تفسیر فتح القدیر ۲/۴۱۱، تفسیر ابن کثیر ۲/۴۳۱۔

[3] تفسیر ابن کثیر ۲/۴۳۱، ۴۳۲۔

میں نے اللہ عزوجل سے اپنی ماں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت مانگی مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی، تو فرط غم سے میری آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ اور میں نے تمھیں تین چیزوں سے منع کیا تھا۔

۱۔ میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب قبروں کی زیارت کرو تاکہ اس کی زیارت تمھیں اچھی چیز (آخرت) کی یاد دلاتی رہے۔

۲۔ اور میں نے تمھیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت روکنے سے منع کیا تھا۔ تو اب کھاؤ اور جب تک چاہو روکے رکھو۔

۳۔ اور میں نے تمھیں برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا۔ اب جس برتن میں چاہو پیو۔ مگر نشہ آور چیز کو مت پینا۔

علاوہ ازیں اور بھی روایات مذکور ہیں۔

بہر حال شانِ نزول کچھ بھی ہو۔ حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر ہو جائے مغفرت و بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں ہے چاہے یہ اپنے ماں باپ ہوں یا چچا اور دوسرے اعزہ و اقربا۔

اگر کوئی کافر رشتہ دار فوت ہو جائے تو مسلمان اس کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو سکتا ہے مگر اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کر سکتا۔

والدین کے متعلقین کے بارے میں اسلام کا حکم

خالہ بمنزلہ ماں

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ میں عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لے گئے مگر اہلِ مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی یہاں تک کہ ان سے آپ نے مصالحت کر لی . . . . شرط کے مطابق آئندہ سال عمرۃ القضاء کے لیے آپ مکہ تشریف لے گئے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ عمرہ کیا جب مدّت پوری ہو گئی تو اہلِ مکہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

"قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِي: يَا عَمِّ، يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ: دُوْنَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمِّلِيهَا. فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ. قَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَخَذْتُهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرُ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِي، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ: اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ". [1]

---

[1] صحیح بخاری المغازی ۶۴ باب عمرۃ القضاء ۴۳ ح ۴۲۵۱ والصلح ۵۳ باب ۶ ح ۲۶۹۹۔

آپ اپنے ساتھی سے کہیے کہ وہ ہمارے یہاں سے نکل جائیں مدت پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تو حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ کے پیچھے ہو چلیں وہ چچا جان! چچا جان! کہہ کر آپ کو پکار رہی تھیں، علی رضی اللہ عنہ نے انھیں لے لیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اپنے چچا کی لڑکی کو لے لو اور اپنے ساتھ سوار کر لو پھر ان کے بارے میں علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا، علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس کی پرورش کے لیے اپنے پاس رکھوں گا کیونکہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور جعفر نے یہ دعوی پیش کیا کہ یہ میری چچیری بہن ہے اور میری بیوی اس کی خالہ ہے۔ لہذا میں اس کی پرورش کا مستحق ہوں اور زید نے کہا کہ میرے بھائی کی لڑکی ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ خالہ اپنے بھانجے اور بھانجی کی پرورش و پرداخت کی جب کہ اس کی ماں نہ ہو زیادہ حقدار ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خالہ چونکہ ماں کے ہم رتبہ ہے لہذا اس کا بھی ماں کی طرح احترام ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا، فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ؟ قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَبِرَّهَا." [1]

---

[1] صحیح: صحیح سنن ترمذی البر والصلة باب فی بر الخالة ح ١٥٥٤ ـ ١٩٨٥ الترغیب والترہیب البر والصلة ح ٣١، حافظ منذری نے کہا کہ اس کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی کی ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے "صحیح علی شرط الشیخین"، شعیب ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے (تعلیق علی شرح السنة ١٣/ ١٢ ح ٣٤٢٤)۔

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تمھاری ماں زندہ ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، پھر آپ نے پوچھا کیا تمھاری خالہ زندہ ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے فرمایا، جاؤ اس کی خدمت کرو۔

والدین کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب وہ مکہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے تھے جب اونٹ پر اکتا جاتے تو گدھے پر سوار ہو جاتے اور ایک عمامہ تھا اس سے اپنا سر باندھ لیتے تھے۔ ایک روز وہ اپنے گدھے پر سوار تھے اتنے میں ایک دیہاتی ان کے پاس سے گذرا اور کہا کہ کیا آپ فلاں بن فلاں نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ پھر اسے اپنا گدھا اور عمامہ دے دیا اور فرمایا کہ گدھے پر سوار ہو جاؤ اور عمامہ سے اپنا سر باندھ لو، ان کے بعض ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے اس دیہاتی کو ایک گدھا دے دیا جس پر آپ آرام کرتے تھے اور عمامہ دے دیا جس سے آپ اپنا سر باندھتے تھے (حالانکہ یہ دیہاتی لوگ ہیں معمولی چیز پر راضی ہو جاتے ہیں) تو ابن عمر نے کہا:

"سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَۃَ الرَّجُلِ أَھْلَ وُدِّ أَبِیْہِ، بَعْدَ أَنْ یُّوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاہُ کَانَ صَدِیْقًا لِعُمَرَ" [1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی

---

[1] صحیح مسلم البرّ والصلۃ ۴۵ باب فضل صلۃ أصدقاء الأب والأم ۴ ح ۱۳، جامع ترمذی البرّ والصلۃ باب ۵ ح ۱۹۶۶۔

اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ احسان وسلوک اور اچھا برتاؤ کرے۔ اور اس کا باپ میرے باپ عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے۔ اور پوچھا تمھیں معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں ؟ میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبْرِهِ، فَلْيَصِلْ إِخْوَانَ أَبِيهِ بَعْدَهُ"[۱]

یعنی جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد قبر میں اسے راحت پہنچانا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے باپ کے دوستوں اور بھائیوں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرے۔

اور میرے باپ عمر اور تمھارے باپ کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا تو میں نے چاہا کہ اس تعلق کو برقرار رکھوں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مِنَ الْبِرِّ أَنْ تَصِلَ صَدِيقَ أَبِيكَ"[۲]

نیکی میں سے یہ بات ہے کہ تو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

جب باپ کے بھائیوں اور دوستوں سے نیک سلوک کرنے سے ماں باپ کے ساتھ سلوک ہوتا ہے تو ان کی زندگی میں براہِ راست ان سے حسن سلوک کرنا اللہ کے نزدیک کس قدر پسندیدہ اور کارِ ثواب ہوگا۔

اولاد کی دعا ذخیرۂ آخرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ صحیح: الصحیحہ ۱۴۳۲۔

۲۔ صحیح: صحیح الجامع ۵۹۰۱، الصحیحہ ۲۳۰۳ بروایت انس رضی اللہ عنہ۔

فرمایا :

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ [1]

جب انسان انتقال کر جاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ، مگر تین چیزوں کا سلسلہ باقی رہتا ہے ۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (۳) صالح اولاد جو والدین کے لیے دعا کرتی رہے ۔

ان ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ ، أَنَّى هٰذَا ؟ فَيُقَالُ : بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ [2]

بیشک جنت میں آدمی کا درجہ اتنا بلند ہو جائے گا کہ وہ تعجب سے پوچھے گا کہ یہ اعلیٰ درجات ہم کو کہاں سے مل گئے ؟ تو کہا جائے گا کہ تمھیں یہ بلند مرتبہ تمھاری اولاد کی دعا اور استغفار کی وجہ سے حاصل ہوا ہے ۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ دیندار اور نیک اولاد کی دعا کی وجہ سے ماں باپ کو اتنا اونچا مقام ملے گا کہ وہ دیکھ کر دنگ رہ جائیں گے ۔ پس ہم کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے لیے ہر وقت خصوصاً صلوات میں دعا کرتے رہیں ۔

والدین کے لیے چند قرآنی دعائیں

چونکہ اولاد کی دعا والدین کے حق میں مقبول ہوتی ہے اور اس سے والدین

---

[1] ۔ صحیح مسلم الوصیة ۲۵ باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ۳ ح ۱۶۳۱ ۔

[2] ۔ حسن : صحیح سنن ابن ماجة الأدب ۳۳ باب برّ الوالدین ۱ ح ۲۹۵۳/۳۶۶۰ ، الصحیحة ۱۵۹۸ ، صحیح الجامع ۱۶۱۷ ، مسند أحمد ۲/۵۰۹ ۔

کے درجات بلند ہوتے ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے والدین کے حق میں ہر صلوٰۃ میں دعا کرتے رہیں ذیل میں کچھ قرآنی دعائیں لکھی جاتی ہیں ان کو یاد کر کے ہر صلوٰۃ میں ان کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

«رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ○» (الاسراء ۱۷: ۲۴)

اے میرے پروردگار ان دونوں (ماں باپ) پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھے لڑکپن میں پالا ہے۔

«رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ○» (نوح ۷۱: ۲۸)

اے میرے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ہر اس شخص کو بخش دے جو ایمان دار ہو کر میرے گھر میں داخل ہو اور سب مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخش دے۔ اور ظالموں کو تباہ و برباد کر دے۔

«رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ○»

(ابراھیم ۱۴: ۴۰-۴۱)

میرے مولا! مجھے اور میری اولاد کو صلاۃ قائم کرنے والا بنا۔ میرے مولا! میری دعا قبول فرما۔ اے میرے مولا! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور تمام ایمانداروں کو قیامت کے دن بخش دے۔

«رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○»

خاتمہ

عزیزو! غور کرو صرف قرآن کریم کی آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحیح آثار پیش کیے گئے ہیں، جن سے

والدین کا صحیح مقام و مرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان و سلوک کو اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور والدین کی خدمت و اطاعت کو دخول جنت کا اور ان کی ناراضگی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت میں والدین کی نافرمانی کو حرام اور کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ یہ بات بھی ہمیں معلوم ہے کہ والدین کی دعا اور بد دعا سب بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے۔

عزیز بھائیو! اگر صرف ایک آیت یا ایک حدیث ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتی تو بھی ہمارے لیے کافی تھا مگر یہاں تو متعدد آیات اور بہت ساری حدیثیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتی ہیں اور ان کی نافرمانی سے سختی سے روکتی ہیں۔ اس لیے اللہ رب العالمین اور اس کے پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق والدین کا صحیح مقام و مرتبہ سمجھو اور دنیا اور آخرت کی سعادت اور بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"۔

از : "حامد الانصاری" انجمؔ

تقریظ منظوم

(۱)

کتاب زندگی ہے یہ بہارِ باغِ ایماں ہے — صحیفہ ہے محبت کا حدیثِ دل کا عنواں ہے
پیامِ رحمتِ رحماں گُلِ فردوسِ رضواں ہے — چراغِ طورِ سنت ہے ضیائے حسنِ قرآں ہے
یہ جادہ بھی ہے رہبر بھی، ہے آوازِ جرس بھی یہ — شبِ تاریک میں گویا یہ قندیلِ فروزاں ہے
علم بردارِ پیغامِ رسولِ محترم کہیے — یہ روحِ ملّتِ بیضا ہے جانِ دین وایماں ہے
بطرزِ دلنشیں عاشق علی اثری نے ہے لکھا — یہ اک عمدہ سی ہے تالیف حسن اسکا نمایاں ہے
عجب اسلوب ہے اس کا عجب انداز ہے اس کا — مضامیں دلربا اسکے ہیں دلکش اسکا عنواں ہے
خلوصِ دل کا تحفہ ہے مسلماں کے لیے ہمدم — نشاطِ روح بھی ہے اور یہ راحت کا ساماں ہے
اسے اک امتزاجِ شعلہ و شبنم بھی کہہ لیجیے — جلال اِس کا ہویدا ہے جمال اسکا نمایاں ہے
مسلماں کی حیاتِ پاک کا اک آئینہ ہے یہ — یہ تفسیرِ شریعت اور یہ تعبیرِ ایماں ہے
"جہادِ زندگانی میں یہ ہے مردوں کی شمشیریں" — جہانِ آخرت میں بخشش و رحمت کا ساماں ہے
خداوندا! اِسے شرفِ قبولیت عطا فرما — یہی ہے التجا اپنی، تمنائے دل وجاں ہے
مسلمانو! اِسے حاصل کرو تم نقدِ جاں دے کر — کہ ہے یہ گوہرِ شب تاب اور لعلِ بدخشاں ہے
یہ اک مالِ غنیمت، دولتِ نایاب ہے یارو — یہ اصلِ زندگی ہے اور متاعِ دین وایماں ہے
مرادِ فکرِ تاریخش پریشاں دید چوں ہاتف — بگفتا باعثِ ایں چیست؟ کیوں اتنا پریشاں ہے

معاً آئی ندا انجم قلم برداشتہ لکھ دو
"ریاضِ دین برحق ہے" "گُلِ گلزارِ ایماں ہے"

۱۴۰۰ھ

از: "حامد الانصاری" انجم

تقریظ منظوم

(۲)

دلکش و دلچسپ ہے اور دلربا — بالیقیں ہے یہ کتاب حق نما
جلوہ گر ہے اس میں ہمدم جا بجا — آیتِ قرآں، حدیثِ مصطفا
فاضلِ اسلام شیدائے رسول! — مولوی عاشق علی نے ہے لکھا
والد و اولاد کے کیا ہیں حقوق؟ — ہاں بتاتی ہے یہ سب کچھ برملا
اس کی خوبی اللہ اللہ کیا کہوں — جلوہ گر ہو جیسے کوئی مہ لقا
ظاہری و باطنی اوصاف کو! — دیکھ کر کہنا پڑا ہے مرحبا
آفتابِ دینِ حق کہیے اِسے! — ضوفشاں ظلمت شکن اسکی ضیا
یہ وہ دینِ حق کا گلدستہ ہے جو — گلشنِ نبوی کے پھولوں سے سجا
ہے یہ تعلیماتِ نبوی کی امین — ہے یہ پند و موعظت کا گل کدا
اس کے اندر ہمنشیں پوشیدہ ہے — روحِ جنت، رحمتِ رب العلا
کامیابی کی ہے ضامن یہ کتاب — ہو عمل پیرا کوئی اس پر ذرا
عالمِ الحاد و بیدینی میں بھی — گمرہوں کے واسطے ہے رہنما
عہدِ حاضر کے جہانِ کفر میں — ہے یہ سازِ دینِ فطرت کی نوا
اس سے ہمدم ہوگا عالم مستنیر — کیونکہ ہے شمعِ ہدایت کی ضیا

مصرعِ تاریخ بھی انجم لکھو
ہے "فروغِ شمعِ دینِ مصطفا"
۱۹۸۰ء

مصادر ومراجع

القرآن الكريم

١- أحكام الجنائز — علامة ناصرالدين ألباني — مكتبة المعارف رياض، ط أولى للطبعة الجديدة ١٤١٣هـ - ١٩٩٢م

٢- الأدب المفرد — امام بخاري — حديث أكادمي فيصل آباد باكستان

٣- إرواء الغليل — علامة ألباني — المكتب الإسلامي ، بيروت. ط ثانيه ١٤٠٥هـ - ١٩٨٥م

٤- برالوالدين — نظام سكجها — المكتبة الإسلامية ، أردن، ط ثالثة ١٤٠٦هـ - ١٩٨٦م

٥- بغية الرائد في تحقيق مجمع الزوائد — عبدالله محمد الدرويش — دارالفكر، بيروت ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م

٦- الترغيب والترهيب — حافظ منذري — دارالفكر ، بيروت ١٤٠١هـ -١٩٨١م

٧- التعليقات السلفية على سنن النسائي — علامة محمد عطاء الله حنيف بهوجياني — المكتبة السلفية لاهور

٨- تفسيرابن عطية — أبومحمد عبد الحق ابن غالب بن عطية — طبع الدوحة ، قطر ١٤٠٨هـ - ١٩٨٧م

٩- تفسيرالقرآن العظيم — حافظ ابن كثير — دارالفيحاء ، دمشق ١٤١٣هـ -١٩٩٢م

الكتاب	المؤلف	الناشر والطبعة
١٠- تنقيح الرواة في تخريج أحاديث المشكاة	احمد حسن محدث دهلوي	المجلس العلمي السلفي لاهور ، ط أولى ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م
١١- جامع البيان في تأويل القرآن	امام ابن جرير	دارالمعرفة ، بيروت ١٤٠٠هـ - ١٩٨٠م
١٢- الجامع الصحيح	امام بخاري	المطبعة السلفية ومكتبتها ط أولى - ١٤٠٠هـ
١٣- سلسلة الأحاديث الصحيحة	علامة ألباني	مكتبة المعارف ، رياض ط ثاني ١٤٠٧هـ-١٩٨٧م
١٤- سلسلة الأحاديث الضعيفة	علامة ألباني	مكتبة المعارف ، رياض ط أولى ١٤٠٨هـ - ١٩٨٧م
١٥- سنن أبي داؤد مع عون المعبود	امام أبوداؤد سليمان ابن الأشعث	دارالفكر ، بيروت ط٣ - ١٣٩٩هـ - ١٩٧٩م
١٦- السنن الكبرى	امام بيهقي	دارالفكر ، بيروت
١٧- شرح السنة	امام بغوي	المكتب الإسلامي ، بيروت ط ثاني ١٤٠٣هـ - ١٩٨٣م
١٨- صحيح الأدب المفرد	علامة ألباني	دارالجيل ، ط أولى ١٤١٤هـ - ١٩٩٤م
١٩- صحيح الترغيب والترهيب	علامة ألباني	مكتبة المعارف ، رياض طثالث-١٤٠٩هـ-١٩٨٨م
٢٠- صحيح الجامع الصغير وزيادته	علامة ألباني	المكتب الإسلامي بيروت ط ٢ - ١٤٠٦هـ - ١٩٨٦م
٢١- صحيح سنن ابن ماجه	علامة ألباني	مكتب التربية العربي ، رياض ط أولى ١٤٠٧هـ-١٩٨٦م

٢٢- صحيح سنن الترمذي	علامة ألباني	مكتب التربية العربي ، رياض ط أولى-١٤٠٨هـ - ١٩٨٨م
٢٣- صحيح سنن النسائي	علامة ألباني	مكتب التربية العربي ، رياض ط أولى-١٤٠٨هـ-١٩٨٨م
٢٤- صحيح مسلم	امام مسلم	المكتبة الإسلامية ، استانبول تركيا
٢٥- غرائب القرآن ورغائب الفرقان بهامش جامع البيان	الحسن بن محمد النيسافوري	المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق ، مصر المحمية ط رابعة ١٤٠٠هـ-١٩٩٨٠م
٢٦- فتح الباري شرح صحيح البخاري	حافظ ابن حجر	دارالمعرفة ، بيروت
٢٧- فتح القدير	امام شوكاني	دارالفكر بيروت،
٢٨- المنهاج في شرح صحيح مسلم ابن الحجاج	امام نووي	دارالفكر ١٤٠١هـ-١٩٨١م
٢٩- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	امام هيثمي	دارالكتاب العربي بيروت ط ثالثة ١٤٠٢هـ - ١٩٨٢م
٣٠- المستدرك	امام حاكم	دارالفكر، بيروت ١٣٩٨هـ - ١٩٧٨م
٣١- المسند	امام أحمد بن حنبل	دارالفكر، بيروت - ط ٢ ١٣٩٨هـ - ١٩٧٨م
٣٢- معالم التنزيل	امام فراء بغوي	دارالمعرفة، بيروت ط أولى ١٤٠٦هـ - ١٩٨٦م
٣٣- المعجم الكبير	امام طبراني	مطبعة الزهراء الحديثة بالموصل ط ثانيه -١٩٨٤م

الكتاب	المؤلف	الناشر
٣٤- المعجم المفهرس لألفاظ الأحاديث	جماعة من المستشرقين	مطبعة بريل، ليدن- ١٩٦٧م
٣٥- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم	محمد فؤاد عبد الباقي	دار الحديث ، قاهرة - ط ٢ ١٤٠٨هـ - ١٩٨٨م

....

مؤلف ایک نظر میں

نام : ابو صادق عاشق علی اثری

ولدیت : جناب گل حسن رحمہ اللہ

تاریخ ومقام پیدائش : ۱۲/اپریل ۱۹۵۱ء مقام تلسٹری، سدھارتھ نگر (یوپی)

اہم مدارس وجامعات جہاں سے تعلیم حاصل کی:

(۱) مدرسہ شمس الہدیٰ، مہدیوا، سدھارتھ نگر، یوپی (۲) جامعہ عربیہ شمس العلوم سمرا، سدھارتھ نگر، یوپی

(۳) جامعہ اثریہ دار الحدیث، مئوناتھ بھنجن، یوپی (۴) عربی، فارسی بورڈ الہ آباد، یوپی سے عالم، فاضل دینیات، فاضل ادب، منشی اور کامل کے امتحانات پاس کیے۔

ممتاز اساتذہ:

(۱) مولانا عبد العزیز اعظمی عمری (۲) مولانا فیض الرحمٰن فیض مئوی

(۳) مولانا عظیم اللہ مئوی رحمہ اللہ (۴) مولانا محمد احمد اثری بستوی

(۵) مولانا مشتاق احمد شوق مئوی (۶) مولانا محمد مصطفیٰ اسد مئوی

(۷) مولانا عبد المبین منظر رحمہ اللہ (۸) مولانا عبد العلیم ماہر

(۹) مولانا ابو الکلام احمد (۱۰) مولانا امان اللہ خاں آزاد

تدریسی اور دعوتی خدمات، نوعیت اور مدت کارکردگی:

(۱) ۱۹۷۲ء میں جامعہ اثریہ سے فراغت کے بعد تقریباً آٹھ سال اس میں تدریس کے ساتھ خطبات جمعہ، مئو اور اطراف میں دعوتی اور تبلیغی کام۔ (۲) دہلی میں ابو الکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر کے قیام کے بعد ستمبر ۱۹۸۰ء سے تاہنوز تدریس، خطبات جمعہ اور کبھی کبھار تبلیغی اور دعوتی جلسوں اور سمیناروں میں شرکت اور مختلف مقالات اور مضامین کی تیاری۔

بعض تصانیف:

(۱) "حقوق والدین قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں" مطبوع (۲) خادم حرم نبوی شیخ احمد کی "وصیت کی حقیقت" (عربی سے ترجمہ) مطبوع (۳) "ابو شحمہ بن عمر فاروق پر ایک بہتان اور اس کا جائزہ" غیر مطبوع (۴) "مسلمانوں کے باہمی حقوق" غیر مطبوع (۵) "بلوغ المرام، آثار السنن اور اعلاء السنن ایک تقابلی جائزہ" غیر مطبوع (۶) "حقوق والدین سے متعلق ضعیف اور موضوع روایات" زیر ترتیب (۷) "حقوق اولاد" زیر تحقیق ونظر ثانی۔

موجودہ مصروفیات:

(۱) جنوری ۱۹۸۷ء سے ابو الکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر، نئی دہلی کی سکریٹری شپ

(۲) سنٹر کے تعلیمی شعبہ معہد التعلیم الاسلامی، نئی دہلی میں تدریس (۳) وقتاً فوقتاً خطبات جمعہ